Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

اردو رسالہ

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ریویو آف ریلیجنز

نمبر ۹ — ۲۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۳ ھ — ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین اکمل — ۵ - ستمبر سنہ ۱۹۳۴ء — جلد ۳۳

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ	مصنف
اسلام اور یورپ کی علمی ترقی	۳۳۳ – ۳۴۰	ترجمہ از ریویو انگریزی (جُنید)
اسلامی پردہ (نمبر ۸)	۳۴۰ – ۳۴۴	مولانا "ابن عمر"
القول الجزم فی مسئلۃ الرجم	۳۴۵ – ۳۵۲	؍؍
رجوع موتی	۳۵۳ – ۳۵۵	حضرت سید محمد اسحٰق صاحب فاضل
صداقت کرشن ثانی	۳۵۶ – ۳۶۰	بابو فتح محمد صاحب شرما کراچی
کیا اسلامی حکومتوں میں ہندوؤں پر ظلم کیا گیا؟	۳۶۱ – ۳۶۶	
وحشی قبائل	۳۶۶ – ۳۶۹	
اسلامی تاریخ کا ایک صفحہ	۳۷۰ – ۳۷۱	
دنیا میں تباہی - بیکار	۳۷۲	

چندہ سالانہ اندرون ہند سے تین روپے

مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے دو روپیہ آٹھ آنے

چندہ سالانہ بیرون ہند سے تین روپے آٹھ آنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جناب ناظر صاحب تالیف و تصنیف کا سفارش نامہ

برائے توسیع اشاعت رسالہ ریویو آف ریلیجنز اردو

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

ریویو اردو کے بارہ میں ایڈیٹر صاحب نے مجھ سے یہ خواہش کی ہے کہ میں اس کے متعلق احباب سے تحریک کروں کہ اس کی اشاعت کی توسیع کے لئے کوشش کی جائے۔ صحیح اور حقیقی کوشش جو کسی اخبار یا رسالہ کی توسیع اشاعت کے لئے کی جا سکتی ہے۔ وہ تو خود ایڈیٹر صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی یہ کہ وہ رسالہ میں ایسی ظاہری اور باطنی خوبیاں جمع کردیں کہ وہ خود بخود لوگوں کی توجہ کا جاذب بن جائے۔ لیکن چونکہ ریویو کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے خاص تحریک ہوئی تھی۔ اس لئے میں بھی اس تحریک میں شامل ہو کر احباب سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ وہ اس رسالے کو دوسرے رسالہ جات یا اخباروں کی طرح نہ سمجھیں۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے ماتحت اس کی اشاعت کیلئے خاص طور پر کوشش کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ کیونکہ توسیع میں حصہ لینا صرف ایک مفید لٹریچر کی اشاعت ہی نہیں ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل بھی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اشاعت کے بڑھنے سے اس کی ظاہری اور باطنی خوبیوں میں بھی اضافہ کی صورت ہو جائیگی اور ایڈیٹر صاحب اس کی طرف زیادہ توجہ دیکر اسے اس تعریف کا حقدار بنانیکی کوشش کرینگے۔ جن کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے لئے خاص تحریک فرمائی تھی۔ فقط والسلام

مرزا بشیر احمد ناظر تالیف و تصنیف ۲۴-۶-۳۴

نوٹ ضروری:- حضرت ناظر صاحب تالیف تصنیف کی سفارش کے احترام میں ہر مقام کی جماعتوں کے معتمدین مہربانی فرما کر رسالہ اردو کیلئے خاص تحریک فرمائیں، اور جسقدر خریدار مہیا ہو سکیں ان سے ہمیں برائے اطلاع دیں۔ ایسے اصحاب کے نام خاص طور پر شکریہ کے ساتھ شائع کئے جائینگے۔ اگر ہر جماعت سے دو چار پُرجوش دوست کھڑے ہو جائیں اور عزم بالجزم کر لیں کہ دس دس نئے خریدار پیدا کر کے دینگے تو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور حامی و ناصر ہوگا واللہ الموفق۔

(خاکسار ایڈیٹر اردو ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام اور یورپ کی علمی ترقی

عیسائی راہبوں کی جلد بازاور تخریب الاخلاق تعلیم کی اندھا دھند تقلید کرنے والے جاہل اور اوہام پرست لوگوں کی وجہ سے باہر کی دنیا کی ترقی کے دروازے بند ہو گئے۔ اور یورپ پر اُن کا زہریلا اثر پھیلتا گیا۔ اور یہ براعظم مذہبی پستی کے غلاف میں ملفوف ہو گیا۔ چرچ نے حضرت مسیحؑ کی تعلیمات کو یکسر بھلا دیا۔ اور بجائے روحانی افادہ کے استبداد کی خواہش اور دولت کی حرص نے جگہ لے لی۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ چرچ نے تمام سائنٹفک ترقی کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور اپنے تمام تلامیذ و اساتذہ کے لئے اس کی کسی سرگرمی میں حصہ لینا ممنوع قرار دیا۔ جو کسی انقلاب کا پیش خیمہ ہو۔ اگر کوئی طالب علم اس کی نافرمانی کی جرأت کرتا۔ تو اسے کافر سمجھ کر گرفتار کر لیا جاتا۔ اور ایک عبرتناک سزا کا مستوجب سمجھا جاتا جس کی ذمہ وار تحقیقاتی کمیٹی ہوتی۔

تعلیم و تربیت سوائے پادریوں کے تمام جماعتوں کے لئے منع تھی۔ اور یہ جہالت کی لہر اس حد تک ترقی کر گئی کہ بڑے بڑے ملکوں کے بادشاہ اس بات پر مجبور ہو جاتے کہ وہ اپنے نہایت ضروری عہدنامے اور فرمان انہی پادریوں سے پڑھواتے جس پر انہوں نے دستخط کرنے ہوتے اور نہ صرف یہی بلکہ انہیں سے پھر حکومت کے احکام بھی لکھوائے جاتے۔ پس اس کام کو سرانجام دینے والے پادری بعض اوقات نیت کے صاف نہ ہوتے تھے۔ سو ان کی اس غیر دیانتداری کی وجہ سے ممالک کی آپس میں جنگ و جدل جاری رہتی۔

پھر صلیبی جنگوں کا زمانہ آیا۔ چونکہ صلیبی جنگجو یورپ سے نکل کر ایشیا میں آئے۔ لہٰذا علم کی مشعل کے وہ نزدیک آ گئے جس کی ضوفشانی سے ان کے دماغ مرتعش ہو گئے۔ انہوں نے اسلامی ممالک میں ایک نئے تمدن کو دیکھا۔ ایک نئی تہذیب کو دیکھا۔ اور بڑی بڑی درسگاہوں سے روشناس ہوئے جن کو وہ یورپ میں مفقود پاتے تھے۔ اس سے متاثر ہو کر عیسائیوں کے مستند لیڈر چرچ کی خستہ تعلیم کے خلاف کھڑے ہو گئے اور عیسائیت ایک دفعہ پھر مضبوط طاقت ہو گئی۔ یورپ ایک دفعہ پھر خواب غفلت سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنے حلقہ میں لینا چاہتا ہے حقیقی اور جائز مسرتوں، خوشیوں، لذتوں اور آراموں کے حصول سے حتماً نہیں روکتا۔ بلکہ اسلام کی فضیلت، اور برتری کا راز ہی اس نکتہ علمی و عملی میں مرکوز ہے کہ ہمیں انسان کی باریک ترین حسیات کی مقدسانہ تسکین کے کامل ترین سامان مہیا و فراہم کیئے گئے ہیں۔ اور اسکی کاملیت اور جامعیت کے ثبوت کی تمام دلیلیں اسی اساسی نقطہ کے گرد گھومتی ہیں کہ انسان کی کسی بھی خوشی کسی بھی لذت اور کسی بھی خواہش کو ناروا اور غیر واجب طور پر پامال نہ کیا جائے۔ اس نے صاف اور غیر مشتبہ الفاظ میں اسی تعلیم کو دنیا کے سامنے رکھا ہے:-

قل من حرم زینة اللّٰہ التی اخرج لعبادہٖ والطیّبٰت من الرزق

ہاں ایک امتیاز حاصل ہے اسلام کی پاکیزہ تعلیم کو ان نفس پرستوں اور ہوا و ہوس نفسانی کے پرستاروں کے شہوانی اور ناپاک نظریوں پر جن کا مقصد یہ ہے کہ نفسانی سوزش و اضطراب کو قوانین عصمت کی قطعاً پروا نہ کرتے ہوئے، جس طرح بھی چاہا جائے بجھا لیا جائے، لیکن اسلام روکتا ہے کہ انسان کسی خفیف ترین عفت کُش فعل کا بھی ارتکاب کرے، اور خود کو اس فضا میں دھکیل دے جس میں اس کے جذبات بے اختیارانہ مرتعش و مضطرب ہو کر رہ جائیں۔ وہ نیکی و بدی کے نقطہ نگاہ سے قوت ممیزہ کو کھو بیٹھے اور گناہ کی انگیخت کرنے والے رجحانات کا بے پناہ سیلاب اس کی عقل و دانش کے حصار کی دیواروں کو منہدم و مسمار کرنے کے لئے آزادانہ اور بے روک ان سے ٹکرائے، کیونکہ اس صورت میں کسی حقیقی راحت اور دائمی طمانیت قلب کی امید نہیں کی جا سکتی تھی۔

اعمال و عواطف انسانی کے اسی گہرے نفسیاتی مطالعہ کا جسے ذی ہوش و ذی فہم انسان نے سرانجام دیا ہو صحیح اور قطعی نتیجہ یہی ہے کہ حقیقی خوشی، اصلی راحت اور صحیح لطف کے حصول کا صرف اور صرف وہی وقت ہوتا ہے جبکہ فرامین فطرت کی درست تعمیل کی جائے اور طمانیت و آسائش کی دنیا اسی وقت لٹتی ہے جب انسان انہیں گلدستہ طاق نسیان بنا دے۔ پس اسی اصل کو مدنظر رکھ کر اسلام نے غیر عورتوں اور مردوں کے باہمی ملاپ کے مواقع اور ایک دوسرے کے نظر افروز حسن کی طرف نگاہ کرنے کو پردہ کی روک ڈال کر محدود کر دیا ہے تا انسان اپنے نفسانی جوشوں کی تسکین کے لئے اسی بے راہ روی کا مرتکب نہ ہو اور وہ باتیں نہ کرے جو ظاہراً تو اسے مسرت انگیز اور طرب فزا نظر آتی ہوں)۔ لیکن حقیقت بین نگاہ اسے تکلیف افزا امور میں شمار کرے۔ کیونکہ یہ ایک اعلیٰ ترین صداقت ہے۔ اور واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ انسان کو حقیقی خوشی اور سچا نشاط غیر محرم عورتوں کے ساتھ ملنے جلنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ سچی خوشی کا اعلیٰ اور سچا ذریعہ مرد و عورت کے جائز تعلقات ہیں۔ وہ جھوٹی خوشی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور نفس امّارہ کی تسکین جو بے پردگی کے نتیجہ میں حاصل کرنے کے بعض لوگ متمنی ہیں سچّی خوشی کیلئے تباہ کن اور سخت دُکھوں تکلیفوں اور مصیبتوں کا باعث ہے۔

180

آج مغرب میں ازدواجی جوڑوں کی ایسی ہی مسرتیں حاصل کرتے ہوئے ایک دوسرے سے بے وفائیوں کے حالات ایک طویل داستان ہے ایسی ہی مسرتوں کے حصول کی وہ چاہت ہے جس نے وہاں خودکشیوں کی وارداتوں کے اعداد و شمار کو حیرت انگیز طور پر بڑھا دیا ہے۔ اور آئے دن ایسی عبرت انگیز وارداتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم آپکے سامنے میسکن لیڈز مشہور مزاحیہ ایکٹر کا نام لیں جو جین میڈ اپنی آزاد ماہ دش بیوی کی آزادیوں کا شکار ہُوا۔ پھر کیا جان گوسے کے حالات رکھیں۔ پھر کیا ایسن آف آئرلینڈ کا نام سنائیں۔ پھر کیا امریکہ کے مشہور کروڑپتی ویمپر کا حسرتناک انجام ذکر کریں۔ جو تمام کے تمام اپنی بیویوں کی ایسی ہی مسرت کے حصول کی خاطر ناجائز آزادیوں کے نہایت بُری طرح شکار ہوئے، پھر کیا ان کے علاوہ مغربی ممالک کے خانگی زندگی کی تلخیوں کے شہیدوں کی طویل فہرست رکھیں...... لیکن نہیں..... ہمیں ان میں سے کسی کے حالات بھی بیان کرنیکی حاجت نہیں۔ کہ مغربی ممالک کے باشندوں کی اپنی بیبیوں کی آزادیوں اور بدعنوانیوں کے ہاتھوں خودکشیوں کی وارداتیں شائع اور متعارف ہیں۔ اور آئے دن کسی نہ کسی ایسے شخص کے حالات اخبارات کے صفحات پر آتے رہتے ہیں جس نے محض اس لئے اپنی زندگی کا خاتمہ خود اپنے ہاتھوں کرلیا کہ وہ اپنی بیوی کی ناجائز آزادیوں کو برداشت نہیں کرسکتا تھا۔ اور اسکے لئے یہ امر حد درجہ دشوار تھا کہ بیوی کی آزادیوں اور خوشی و لطف کے حصول کیلئے بے راہ رویوں کا مشاہدہ بھی کرے اور اطمینان و سہولت سے زندگی کے سانس بھی لیتا چلا جائے۔ یہ صرف مَردوں ہی کی حالت نہیں کہ وہ اپنی بیویوں کی آوارگیوں کو تکلیف افزا نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ ان معصوم اور مطہر خواتین کی بھی ایک کثرت ہے جن کی زندگیاں محض اس بات سے تلخ ہو رہی ہیں کہ ان کے خاوندوں کی خوشیوں کا ملجا و ماویٰ ان کی ذات بننے کی بجائے دوسری ماہ وشوں اور پری پیکروں کے حسین و جمیل اور متناسب وجود ہیں اور ان کے خاوندوں کے لئے ان کی گفتگوئیں اور صحبتیں موجب راحت نہیں بنتیں بلکہ وہ اور عورتیں ہیں جن کا نغمہ ریز کلام اور شوق انگیز ملاقاتیں ان کے لئے وجہِ عشرت ہیں۔

یہ قطعی واقعات ہیں اور اس بات کا قطعی ثبوت کہ خواتین کا پردہ پوشی کے زرین دستور العمل کو اختیار کرنا اس بات کا مترادف نہیں کہ سماج کو مسرت و نشاط کے حصول سے ردّ کر دیا جائے۔ اور اس خصوص میں اس پر نادرست اور غیر واجب پابندیاں عائد کیجائیں بلکہ جیسا ہم پہلے بھی بے پردگی کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مضرات کے بیان میں بتا آئے ہیں اس کے خلاف کسی روش پر گامزن ہوتے ہوئے بے پردہ ہو جانا ہی فی الحقیقت وہ طریق عمل ہے جو مضرت رساں اور جذباتِ مسرت و شادمانی کی پائمالی کا باعث ہے۔

قدرت خداوندی ہے کہ ایک وقت تھا۔ کہ اسلام کے معاند اسلام پر یہ اعتراض کیا کرتے تھے۔ کہ وہ ایک نفسانی مذہب ہے۔ اور اس میں ایسے سامان فراہم کیئے گئے ہیں کہ جن کے ذریعے مذہب کا عفت نما پردہ اوڑھکر ایک شخص نہایت آسانی اور آزادی کو کام میں لاتے ہوئے اپنے نفسانی جذبات کی پرورش کرسکتا ہے، اور کہا جاتا تھا کہ اس مذہب کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ انسان کو پاکیزگی اور تقویٰ کی راہوں پر چلا کر بدیوں اور بُرائیوں کی مملکت سے باہر لے جائے۔ بلکہ یہ مذہب اپنے پیروان کی حیوانی خواہشات کو پورا کرنے کا ایک آلہ ہے۔ لیکن آج وہی لوگ پردہ ایسے احکام کو پیش کرکے اسلام کو ناروا تشدد کا حامی اور لوگوں کی خوشیوں پر بیجا پابندیاں عائد کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سچے سلسلوں پر اعتراضات کرنے کا پہلو اختیار کرنے والوں کی ہمیشہ سے یہ کیفیت رہی ہے کہ ایک وقت میں وہ اس پر ایک گھنونا اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن دوسرے وقت انہیں لوگوں کی طرف سے پہلے سے بالکل نقیض اعتراض ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے جب اپنے دعاوی کا اعلان کیا بدبختان ازل نے انکار کرتے ہوئے کہدیا کہ اجی مجنون ہے۔ لیکن جب صداقت کی آتشیں شعاعوں سے ان کور باطنوں کی آنکھیں چُندھیانے لگیں تو کہنے لگ گئے "یہ تو ساحر ہے" کجا جنون اور پاگل پن کا طعنہ، کجا ساحر کہکر عام انسانوں سے دماغی کیفیات میں بڑھے ہوئے ہونے کا اعتراف ...... خیر یہ ایک ضمنی بات تھی جو ہمیں تسلسل تحریر میں کہنا پڑی ورنہ بتا یہ رہے تھے کہ سچی خوشی اور مسرت بے پردگی کے باعث حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ سچا آرام، صادق خوشی، اور حقیقی لذت کے حاصل کرنے کا واحد اور ایک ذریعہ پردہ اور صرف پردہ ہے اور اس کے بغیر انسان نفس وضمیر کی حریفانہ کشمکش اور جدوجہد سے بعافیت بچتے ہوئے طمانیت قلب کی خوشکن اور طرب انگیز فضا میں نہیں کھیل سکتا۔ (ابن عمر)

مِصباح خواتین کیلئے مہینے میں دو بار مصباح نام سے ایک اخبار کامیابی کے ساتھ باقاعدہ شائع ہوتا ہے ہر احمدی کا فرض ملّی ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کیلئے اس کا ایک پرچہ جاری کرائے تاکہ دینی دنیوی معلومات بڑھیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

181

القول الجزم فی مسئلۃ الرجم

اسلام کے تعزیری نظام کی ایک اہم دفعہ

(سلسلہ کیلئے دیکھو ریویو ماہ ستمبر ۱۹۳۳ء صفحہ ۳۴۰/۳۴۷)

گذشتہ مضمون میں بتلایا جا چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے نقش قدم پر چلنے والے جانشینوں کا امر و تعامل اسی پر رہا ہے کہ غیر محصن پر دُرّے اور محصن زانی کے لئے رجم کی سزا نافذ فرماتے تھے، اپنے اس قول کی تائید میں مثال کے طور پر حضور علیہ السلام اور حضور کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چند ایک اوامر و قضایا پیش کئے دیتا ہوں:-

رجم سے متعلقہ احادیث

بخاری کی حدیث ہے امام باب الاعترف الزنا میں درج فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ اَنْشُدُكَ اللهَ اِلَّا قَضَيْتَ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ فَقَامَ خَصْمُهُ وَكَانَ اَفْقَهَ مِنْهُ فَقَالَ اقْضِ بَيْنَنَا بِكِتَابِ اللهِ وَائْذَنْ لِي قَالَ قُلْ قَالَ اِنَّ ابْنِي[1] كَانَ عَسِيْفًا عَلٰى هٰذَا فَزَنٰى بِامْرَاَتِهِ فَافْتَدَيْتُ مِنْهُ بِمِائَةِ شَاةٍ وَخَادِمٍ۔ ثُمَّ سَاَلْتُ رِجَالًا مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ فَاَخْبَرُوْنِي اَنَّ عَلٰى ابْنِي جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيْبُ

ابو ہریرہ اور زید بن خالد کہتے تھے کہ ہم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر تھے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور قسم دیکر کہنے لگا کہ حضور ہمارے مابین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ فرمائیں۔ اس پر اسکا مدمقابل شخص جو ابھی تک خاموش تھا وہ بھی بول اٹھا راوی کہتا ہے کہ ثانی الذکر پہلے سے زیادہ باعلم اور باتمیز تھا کہنے لگا یا رسول اللہ ہمارے درمیان ضرور کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ صادر فرمائیے اور مجھے اجازت دیجئے کہ اصل معاملہ حضور کے گوش گذار کر دوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہو۔ تب پہلے نے کہا حضورؐ! بات یہ ہے کہ میرا بیٹا اس شخص کے ہاں ملازم تھا اور وہاں اسکی بیوی کے

---

[1] عمر بن شعیب کی روایت میں ان الفاظ کی زیادتی ہے وابنی لم یحصن۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عَامٍ وَعَلَى امْرَأَتِهِ الرَّجْمُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهٖ لَأَقْضِيَنَّ بَيْنَكُمَا بِكِتَابِ اللّٰهِ جَلَّ ذِكْرُهٗ. اَلْمِائَةُ شَاةٍ وَالْخَادِمُ رَدٌّ وَعَلَى ابْنِكَ جَلْدُ مِائَةٍ وَتَغْرِيبُ عَامٍ وَاغْدُ يَا اُنَيْسُ[1] عَلَى امْرَأَةِ هٰذَا فَإِنِ اعْتَرَفَتْ فَارْجُمْهَا فَغَدَا إِلَيْهَا فَاعْتَرَفَتْ فَرَجَمَهَا۔

ساتھ زنا کا مرتکب ہوگیا، تب میں نے اس کے بدلہ میں اس شخص کو ایک سو بکریاں اور ایک خادم بطور فدیہ ادا کیا۔ لیکن بعدہ جب میں نے اس بارہ میں اہل علم سے استفسار کیا تو انہوں نے مجھے بتلایا کہ اس جرم کی سزا تو یہ ہے کہ میرے بیٹے کو ایک سو دُرّے لگانے کے بعد ایک سال کے لئے جلاوطن بھی کیا جائے۔ اور اسکی بی بی رجم کی مستحق ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ بیان سُنکر فرمایا اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں تمھارے درمیان کتاب اللہ کے مطابق ہی فیصلہ کرونگا، دیکھو وہ خادم اور بکریاں جو تم نے اس شخص کو فدیہ میں دی تھیں تمھیں لوٹادی جائینگی اور تمھارے بیٹے کو سو دُرّے لگوانے کے بعد ایک سال کیلئے جلاوطن بھی کیا جائیگا۔ اور انیس نامی شخص کو (جو ساتھ ہی مجلس میں بیٹھا تھا) فرمایا اس شخص کی جورو کے ہاں جا اگر معترف ہو تو رجم کی سزا نافذ کردینا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر انیس اس شخص کے ہاں گیا اور دریافت کرنے پر اس عورت نے اعتراف کرلیا۔ تب اس پر سزائے رجم نافذ کردی گئی ؛

حدیث بالکل صاف ہے کہ آنحضرت صلعم کی مجلس میں ایک کنوارے لڑکے اور بیاہی ہوئی عورت کا مقدمہ پیش ہوُا۔ کہ ان کے مابین ناجائز تعلقات ہیں، ثبوت طلب کرنے کے بعد رسول مقبول صلعم نے کتاب اللہ کے مطابق محصنہ عورت پر رجم کی سزا نافذ کیئے جانیکا حکم صادر فرمایا جبکہ غیر محصن لڑکے کیلئے صرف دُرّوں کی سزا بیان فرمائی ؛

۲۔ دوسری حدیث بھی بخاری کی ہے، عبادہ بن صامتؓ راوی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

خذوا عني خذوا عني قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا. البكر بالبكر والثيب بالثيب البكر تجلد وتنفى والثيب تجلد وترجم۔ یعنی کنوارے زانی کو سَو دُرّے لگوانے کے بعد جلاوطن کردو اور ثیب (محصن) کے لئے دُرّوں کے بعد رجم کی سزا ہے۔

اس وقت اس سے بحث نہیں کہ رجم کے ساتھ اور سزا بھی دی جائیگی یا دوسری سزا کا رجم میں تداخل ہوجائیگا، یہاں تو صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ شارع علیہ السّلام نے محض زانی کو رجم کیئے جانے کا حکم دیا ہے ؛

---

[1] یہ اشارہ غالباً مشہور صحابی ابن ابی مرشد کی طرف ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۳- پھر فرمایا ابن مسعود راوی ہیں۔ لایحل دم امرءٍ مسلم الا باحدی ثلاثٍ الثَّیِّبُ الزانی اَلنَّفسُ بِالنفسِ- والتارِكُ لِدِینِهٖ اَلمُفَارِقُ لِلجَمَاعَةِ [1]- کسی مسلم کا خون بہانا بجز تین مواقع کے جائز نہیں۔ ایک تو اسوقت جب محصن زنا کا مرتکب ہو یا قاتل نفس ہو یا حربی مرتد ہو؛

یہ حدیث صحاح ستہ میں بیان ہوئی ہے صحابہؓ میں سے حضرت عثمانؓ۔ عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت عائشہؓ، ابن عباسؓ اور ابو قلابہ اسکے راوی ہیں، اور بخاری کی ایک اور روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کے عمل سے جلا بھی پاچکی ہے، روایت کے اصل الفاظ سُن لیجئے ابو قلابہ راوی ہیں

وَاللهِ مَا قَتَلَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَحَدًا قَطُّ اِلَّا فِی احدی ثَلَاثَةِ خِصَالٍ رَجُلٌ قَتَلَ بِجَرِیْرَةِ نَفْسِهٖ فَقُتِلَ اَوْ رَجُلٌ زَنیٰ بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ رَجُلٌ حَارَبَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَارْتَدَّ مِنَ الْاِسْلَامِ۔	ابو قلابہ کہتے ہیں اللہ کی قسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مواقع کے سوا کبھی کسی کو قتل کی سزا نہیں دی۔ اوّل اس شخص کو جس نے ناحق کسی کو قتل کر دیا ہو۔ دوم محصن زانی سوم۔ وہ شخص آپ کے حکم سے قتل کیا گیا جو حربی مرتد ہو۔ (بخاری کتاب الدیات باب القسامۃ)

پھر یہی نہیں کہ صرف آنحضرت صلعم کے زمانہ میں زانی کا محصن ہونا اس کے لئے قتل کا موجب تھا بلکہ آپکے بعد بھی اسلام اور مسلمانوں کا یہی ضابطہ تھا۔ چنانچہ امام بخاری کتاب التفسیر باب انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہٗ) میں ابو قلابہ کا ایک قول درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں:- میرے

مَا عَلِمْتُ نَفْسًا حَلَّ قَتْلُهَا فِی الْاِسْلَامِ اِلَّا رَجُلٌ زَنیٰ بَعْدَ اِحْصَانٍ اَوْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَیْرِ نَفْسٍ اور حَارَبَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ صَلَّی اللهُ علیه وسلم	علم میں تو اسلامی ضابطہ میں اصولاً قتل نفس حرام اور ممنوع ہے اور اس میں صرف قاتل۔ محصن زانی اور حربی کافر کی

۴- الثیب بالثیب جلد مائة ورجم کی روایت ابوداؤد امام مسلم نے عمران بن حصین مشہور صحابی سے اپنی کتابوں میں درج کی ہے۔

---

[1] ایک روایت میں ہے الفارق لدینہ الفارق للجماعۃ۔ والحدیث اخرجہ الائمۃ الستۃ۔ اخرجہ الترمذی فی الدیات۔ والنسائی فی القدر والباقون فی الحدود۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۵۔ جب خولہ کے ساتھ اس کے خاوند نے لعان کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا "خولہ اگر واقعی تجھ سے ایسا قصور ہوا ہے تو اعتراف کرلے۔ رجم کی سزا برداشت کرنا زیادہ آسان ہے اللہ تعالیٰ کی لعنت سے کے برداشت کرنے سے۔

۶۔ ماعز بن مالک اسلمی کے رجم کا قصہ حدیث کی تمام کتابوں میں الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ مندرج ہے یہ حدیث صفائی اور وضاحت کے ساتھ ثابت کررہی ہے کہ کس طرح آپؐ نے ایک محصن زانی کو رجم کر دیا۔ ایک اور واقعہ سُنئے:۔

۷۔ جُہنیہ قبیلہ کی ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضر ہوئی اور حضورؐ کو بتلایا کہ میں زنا سے ملوّث ہو کر حاملہ ہوں۔ حضور علیہ السّلام نے اسے وضع حمل کے بعد آنے کا ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد جب وہ آئی تو آنحضرت صلعم نے اسے فرمایا رضاعت کے بعد آئیو پھر جب وہ آئی تو حضورؐ نے فرمایا اس بچّہ کو کسی کی کفالت میں دو جب وہ اس فرض سے بھی سبکدوش ہو کر واپس آئی تب حضورؐ نے اسے رجم کروا دیا۔ ؎۱

۸۔ خالد بن للجلاج بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد للجلاج نے انہیں بتلایا تو وہ بازار میں بیٹھا اپنے کام میں مصروف تھا کہ ایک عورت گذری اس کی گود میں ایک بچّہ تھا۔ لوگ ایک ہجوم میں اس کے ساتھ ہو لئے وہ بھی اسی ہنگامہ میں چلنے لگی جب آنحضرتؐ کے حضور پہنچی اور حضورؐ نے دریافت کیا اس بچّہ کا باپ کون ہے؟ وہ عورت تو اس سوال پر خاموش رہی۔ لیکن ایک نوجوان جو اس کے پہلو میں کھڑا تھا بول اُٹھا یا رسول اللہ میں اس کا باپ ہوں۔ یہ سُنکر آپ اس عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے بچّہ کی ولدیت دریافت فرمائی۔ اس مرتبہ بھی وہ نوجوان بولا اور کہا یا رسول اللہ میں اس کا باپ ہوں۔ تب آنحضرتؐ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے دریافت فرمانے لگے۔ لوگوں نے عرض کی حضور ہمیں کسی بُرائی کا علم نہیں، پھر آنحضرتؐ نے اس لڑکے سے دریافت کیا کیا محصن ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تب حضورؐ کے حکم سے وہ رجم کر دیا گیا۔ ؎۲

۹۔ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَجُلًا زَنٰی بِامْرَاَۃٍ فَاَمَرَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ فَجُلِدَ الْحَدَّ ثُمَّ اُخْبِرَ

جابر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر سو دُرّوں کی حد جاری فرما دی لیکن پھر جب حضورؐ کو بتلایا گیا

؎۱ الموطا لامام مالک۔ ؎۲ رواہ ابو داؤد النسائی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اَنَّهٗ مُحْصِنٌ فَاَمَرَبِهٖ فَرُجِمَ۔ کہ یہ شخص کنوارا نہیں بلکہ محصن ہے تب حضورؐ نے اسے رجم کروا دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و قضایا ملاحظہ کر چکے اب ذرا حضورؐ کے خلفاء اور دوسرے صحابہؓ کے اقوال بھی پڑھ لیجئے:۔

۱۰۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ ۲۳ھ میں اپنی خلافت کے آخری سال فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد جب واپس تشریف لائے تو مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے ایک ہدایت آفرین خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں آپؓ نے بعض دیگر اہم مسائل کے ساتھ مسئلہ رجم کا بھی ذکر فرماتے ہوئے اس کی شرعی حیثیت اور واجبیت کی اچھی طرح وضاحت کی اور اُمّت کو متنبہ کیا کہ شریعت اسلامیہ میں محصن زانی کے لئے رجم سے کم کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی۔ زیر بحث امر سے متصلہ خطبہ کا اقتباس درج کرتا ہوں:۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ قَائِلٌ لَکُمْ مَقَالَةً قَدْ قُدِّرَ لِیْ اَنْ اَقُوْلَهَا لَا اَدْرِیْ لَعَلَّهَا بَیْنَ یَدَیْ اَجَلِیْ۔ فَمَنْ عَقَلَهَا وَوَعَاهَا فَلْیُحَدِّثْ بِهَا حَیْثُ اَنْتَهَتْ بِهٖ رَاحِلَتُهٗ وَمَنْ خَشِیَ اَنْ لَا یَعْقِلَهَا فَلَا اُحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَکْذِبَ عَلَیَّ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَقِّ وَاَنْزَلَ عَلَیْهِ الْکِتَابَ فَکَانَ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ اٰیَةُ الرَّجْمِ فَقَرَاْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا وَوَعَیْنَاهَا رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَهٗ فَاَخْشٰی اِنْ طَالَ بِالنَّاسِ زَمَانٌ اَنْ یَقُوْلَ قَائِلٌ مَا نَجِدُ اٰیَةَ الرَّجْمِ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ ؎۲

ثناء و تشہد کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ لوگو! آج میں تمہیں ایسی بات سُنانے لگا ہوں میرے لئے مقدر تھی جو میں نہیں کہوں۔ کون جانتا ہے شاید کہ میری زندگی کی آخری گھڑیوں کی یہ باتیں ہوں جو شخص انہیں حقیقی مفہوم کے ساتھ سمجھتے ہوئے یاد رکھے تو اس کا فرض ہے کہ حسب مقدور پھر انہیں پھیلاتا رہے۔ لیکن جسے اپنے متعلق ڈر ہو کہ شاید مَیں اسے یاد نہ رکھ سکوں تو پھر مَیں کسی کے لئے یہ جائز نہیں قرار دے سکتا کہ (غلط مفہوم بیان کرکے) مجھ پر افترا کرتا پھرے لوگو! سچ ہے اللہ تعالیٰ نے رسول مقبولؐ کو صداقت بھرا کلام دیکر بھیجا اور آپ پر ایک شریعت بھی نازل فرمائی جس کے احکام و اوامر میں سے رجم کا حکم بھی ہے، شریعت میں ہم نے یہ حکم پڑھا اس کو اچھی طرح سمجھا اور پھر کبھی فراموش نہ کیا۔ لوگو! رسول اللہؐ نے خود بھی رجم کیا تھا اور آپ کے بعد ہم بھی رجم کرتے رہے، مجھے خوف ہے کہ ایک زمانہ گذر جانے کے بعد کوئی کہنے والا یہ نہ کہدے کہ واللہ ہم تو قرآن مجید میں رجم کے متعلق کوئی حکم نہیں پاتے اور اس طرح ایک ایسے فریضہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فیضلوا بترك فریضة انزلها الله. والرجم فی کتاب اللہِ حقٌ علی من زنی اذا اُحصن من الرجال والنساء۔ (رواہ البخاری فی باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت۔ عن عبد العزیز بن عبد اللہ عن ابراھیم بن سعدٍ عن صالح بن شھاب عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ بن مسعود عن ابن عباس۔

کی ادائگی کو چھوڑتے ہوئے جسے اللہ تعالیٰ نے قائم کیا تھا گمراہ و بے راہ ہو جائیں لیکن یاد رکھو کتاب اللہ میں رجم کی تعزیر ہے لیکن صرف اس شخص کے لئے جو محصن ہو کر پھر زنا کا مرتکب ہو برابر ہے وہ مرتکب عورت ہو یا مرد۔

کس قدر طاقت بھرا اور زوردار خطبہ ہے، الفاظ بالکل صاف ہیں، مفہوم قطعی واضح ہے، تاویل، ترمیم یا تنسیخ کی کوئی صورت نہیں۔ آپ (رضی اللہ عنہ) شریعت اسلامیہ میں رجم کی سزا کے مقر تھے۔ اس کے منسوخ ہونے سے انکار تھا۔ نہ صرف خود اس کے قائل تھے بلکہ بعد میں آنیوالے لوگوں کے متعلق بھی چاہتے تھے کہ کہیں رجم کا انکار کرتے ہوئے گمراہ نہ ہو جائیں۔ اس خطبہ سے ابن بطال کے اس قول کی بھی تائید ہو گئی جس میں وہ کہتے ہیں اجمع الصحابة × × × علی ان المحصن اذا زنا عامدًا عالمًا مختارًا فعلیه الرجم یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم رجم کے مسئلہ پر متفق تھے اور اس بارہ میں ان کے ہاں کوئی اختلاف قائم نہیں تھا تبھی تو حضرت عمرؓ نے بلا استثنا جمع کے صیغے استعمال کیئے ہیں اور تبھی تو فاخشی ان طال بالناس زمان کے الفاظ کہنے کی ضرورت پیش آئی کہ بیشک اب یہ سوال مختلف فیہ نہیں اور ہم سب رجم سُنّت رسول اللہ پر متفق ہیں لیکن بالکل ممکن ہے کہ ایک طویل زمانہ گذرنے کے بعد بے علم اور جاہل لوگ (قائل جس تنکیر کا لانا اس مفہوم کی طرف اشارہ کرتا ہے) یہ ڈھکوسلہ کھڑا کر دیں کہ اتنی اہم اور مرکزی سزا جس میں ایک "مقدس" انسانی جان کے ضیاع کا سوال ہے اور جو اپنی نوعیت میں بھی وحشت خیز اور لرزہ انگیز ہے اسکو کتاب اللہ یا قرآن مجید میں بھی بیان نہیں کیا گیا کہ وہ غیر مشروع تھی ورنہ کیا یہ ممکن تھا کہ شریعت کی بنیادی اور کامل کتاب میں اس کا ذکر نہ کیا جاتا"۔ لیکن ایسے لوگوں کی تردید اور بطلان کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود ہی کامل انتظام کر دیا اور عمرؓ ایسے جلیل القدر انسان کے مُنہ سے ایسے الفاظ نکلوائے جو منکرین کے اس قسم کے اعتراضات کا مُنہ توڑ اور ناقابل شکست جواب ہیں۔ غور کیجئے اس عظیم انسان، بطل السلام، فاروق اعظم کے فہم و فراست پر کہ اسقدر بعد زمانی کے باوصف منکرین رجم کے گروہ اور انکے استدلال کی نوعیت کا احساس و ادراک کر لیا۔

۱۱۔ اوپر کی سطور میں حضرت عمر خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول رجم کی تائید میں درج ہُوا ہے، ذیل میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

184

آپؓ کے سفر شام کا ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ اسے عمل میں بھی لاکر آپؓ نے اسی مسئلہ کی تصدیق پر آخری مہر ثبت کردی۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے پاس جبکہ آپؓ شام میں تھے ایک شخص آیا اور آپؓ کو بتلانے لگا کہ میں نے ایک غیر مرد کو اپنی بی بی کے پاس پایا ہے، راوی کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے اس عورت کے پاس اصل معاملہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ راوی یعنی ابو واقد جب اس عورت کے ہاں پہنچا تو اس کے پاس بہت سی عورتیں بیٹھی تھیں۔ ابو واقد نے وہ واقعہ جو اس کے خاوند نے حضرت عمرؓ کے روبرو بیان کیا تھا اسکے سامنے بیان کر دیا اور ساتھ ہی اسے یہ بھی بتلادیا کہ محض اس شخص کے بیان سے تم پر کوئی حرف نہیں آسکتا اور کچھ اور اس طرز کی باتیں اس سے کیں تا وہ (اس گھنونے فعل کے) اعتراف سے باز رہے۔ لیکن اس پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور اس نے اعتراف کرلیا۔ تب حضرت عمرؓ نے اسے رجم کروادیا۔

۱۲۔ رجم کے متعلق خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کا عملی فتویٰ ملاحظہ ہو:۔

عن مالك انهٗ بلغهٗ ان عثمان بن عفان اُتِيَ بامراۃٍ قد ولدت فی ستة اشهر فامر بها ان ترجم فرجمت۔	امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان کے پاس ایک ایسی عورت لائی گئی جسے (نکاح کے) چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوگیا تھا آپؓ نے اسے ناجائز ولادت قرار دیکر اسے رجم کیئے جانیکا ارشاد فرمادیا۔ اور وہ عورت رجم کردی گئی۔

۱۳۔ خلیفہ رابع حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں شراحہ ہمدانیہ کو جو محصنہ تھی اس جرم کی سزا میں رجم کروایا۔ جس کا ذکر ابتدائی سطور میں کیا جاچکا ہے، جہاں آپکے جلدتها بکتاب اللہ ورجمتها بسنة نبیهٖ[۱] کے الفاظ درج کیئے تھے۔ ایک اور واقعہ بھی سن لیجئے:۔

۱۴۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر کا صحیح مسلم میں جو خطبہ منقول ہے اس کے متعلق آتا ہے کہ جب آپ نے فرمایا ان اناسا اعمی اللہ قلوبهم کما اعمی ابصارهم یفتون بالمتعة تو چونکہ یہ ایک خاص شخص پر تعریض تھی، چور کی داڑھی میں تنکہ، تو ایک مشہور عالم مثال ہے ہی وہ شخص اٹھا متعہ تو آنحضرت کے زمانہ میں بھی کیا جاتا تھا۔ اس پر آپنے فرمایا اور فرمایا بھی کس شان سے فجرب لنفسك فواللہ۔ تو میاں پھر متعہ کا تجربہ کردیکھو، لان فعلتها لارجمنك اللہ کی قسم اگر تم ایسا کروگے تو رجم کی حد جاری کرونگا۔ اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد اسلامی سلطنت

---

[۱] جلدتها بالکتاب ورجمتها بالسنة کے الفاظ ایک روایت میں آتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بیدار ہوگیا۔ اور آنیوالی صدیوں میں اس کی تہذیب دُنیا پر فوقیت لے گئی۔

مغربی دنیا کی فوقیت کے دَوران میں۔ اسلام کے مجاہد دنیاوی معاملات سے دست بردار ہوگئے۔ ان کے تہذیب و تمدّن ان کی اپنی ہی چار دیواری میں محدود ہوگئی۔ اور چونکہ یوروپین ممالک بہت کم ایشیائی ممالک سے تعلّقات رکھتے تھے۔ اس لئے مسلمان صوفی ایسے لوگ سمجھے جانے لگے جو نفسانی خواہشات کے زیر نگین ہوں۔ اور اسلام جیسے عظیم الشان تمدّن سے بالکل کنارہ کش ہوگئے ہوں۔

چونکہ اسلامی ممالک نے ناقابل لیڈروں سے سخت نقصان اُٹھایا تھا۔ اور چونکہ ان کے مذہب میں ردّ و بدل واقع ہوگیا۔ اور ان کی تعلیمات پر کدورت چھاگئی تھی تو مسلمانوں کو غیر منصفانہ طور پر الزام دینے لگے۔ اور اُنہیں ان حالات کی وجہ سے نکتہ چینی کرنے لگے جن پر مسلمانوں کو کوئی قابو نہ تھا۔ عیسائی مشنری انہیں اقوام عالم کی سب سے رذیل قوم تصوّر کرتے ہیں۔ اور اعتراض کرتے ہیں کہ ان کا مذہب زندگی کی روحانی و معاشرتی ضروریات کے پورا کرنے کے ناقابل ہے۔ اسلامی ممالک مغرب کی ترقی کے زمانے سے اندھیرے میں آگئے ہیں لیکن اس کے از سرِ نو زندہ ہونے کے آثار نمایاں ہیں۔ پچھلی چند صدیوں سے ترکی قوم کو اسلامی مرکز تسلیم کیا گیا تھا۔ پس ان کے کئی افعال جو حضرت رسول کریم صلعم کے احکام کے خلاف تھے ان کو سمجھا گیا کہ وہ شاید اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہیں۔ لیکن جنگ عظیم نے ترکی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیا۔ اور اسوقت سے اسلام پھر اپنے آپ میں آگیا۔ مسلمان ہمیشہ مبلّغ سمجھے جاتے تھے۔ ان کے نمائندے تقریباً ہر شہر میں ہوتے تھے۔ لیکن ترکوں کی حکومت کے زمانے میں اسلام کی اشاعت کی رفتار دھیمی پڑگئی۔ لیکن آجکل پھر یہ اپنی طاقت پکڑ رہا ہے۔ قرآن مجید غیر ممالک میں پڑھا جاتا ہے۔ اور سلسلہ احمدیّہ ہے جس نے پیغمبر اعظم کی تعلیمات پر سے تمام بدنما دھبے دھوڈالے ہیں۔ اور دنیا کے سامنے زندگی کی ایک نئی غرض و غائت پیش کردی ہے جن پر عمل کرکے ایک مسلمان نجات حاصل کرسکتا ہے۔

اسلام نے اپنے ذخیرہ سے ازمنۂ وسطیٰ کے یوُرپ کو جو اس وقت عیسائیت جیسے خستہ وخراب مذہب کے اثر کے ماتحت تھا۔ تہذیب و تمدّن کے جواہرات جھولیاں بھر بھر کردیئے۔ یوُرپ نے اس سے آرٹ اس سے سائنس اور اس سے ریاضی حاصل کی۔

تاریخ اپنے آپ کو دُہراتی ہے جب سے صوفی ازم کا غلاف اسلامی ممالک سے ایک دفعہ پھر اُٹھ گیا۔ مسلمان پھر ایک بڑی تہذیب کے کونے کا پتھر رکھیں گے۔

(ترجمہ) جنید ہاشمی بی۔ اے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے حاکم زنا کی سزا میں رجم ہی نافذ کرتے تھے۔ حضرت ابن زبیر کے نزدیک متعہ چونکہ زنا کے مترادف اور اس کے حکم میں تھا اس لئے فرمایا اس پر وہی حد جاری کرونگا جو زنا کی ہے۔

امام فرماتے ہیں کہ سعید نے بتایا سعید نے کہا ہمیں ہشام نے خبر دی ہشام نے کہا، ہمیں ابن فضل نے کہا کہ مجھے عطا نے میسرہ سے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت علیؓ کے پاس ایک شخص اور اس کی ماں آئی، اور کہنے لگی کہ میرے اس بیٹے نے میرے خاوند کو قتل کر دیا ہے اور اس کا بیٹا کہنے لگا کہ حضور میرے ایک غلام سے میری اس ماں کے ناجائز تعلقات ہیں۔ حضرت علیؓ نے یہ سُنکر فرمایا تم میں سے ایک ایک خائب و خاسر ہوگا۔ اے عورت اگر تُو سچی ہے اور تیرا یہ بیٹا اپنے باپ کا قاتل ہے تو ہم اسے بدلہ میں قتل کر دینگے لیکن اگر یہ سچا ہے اور تُو حرامکاری کی مرتکب ہوئی ہے تو ہم تجھے رجم کرینگے۔ (دار قطنی جلد ثانی ہندی صفحہ ۳۳۲)

۱۵۔ اسوقت تک تو احادیث کی تصریحات اور چند ایک اندرونی شہادتیں پیش کی تھیں اور ابھی فقہ و تفسیر کا ایک معتدبہ ذخیرہ رجم کی تائید میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن فقہ و تفسیر۔ کتاب و سُنّت کے دلائل مستنبطات و نتائج ہی کا نام ہے اس لئے اسے حُجّت و دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ اسی کے پیش نظر اسے نظر انداز کرتا ہوں لیکن قبل اس کے جو رجم کی تائید میں یہ منقولی بحث ختم ہو اگر ایک خارجی شہادت بھی پیش کر دی جائے جس سے معلوم ہوگا کہ غیر لوگوں کو بھی مسلمانوں کا یہی تعامل نظر آتا تھا کہ وہ زانی کو رجم کروا دیتے ہیں۔ اور یہ مسئلہ صحابہؓ میں اتنا متعارف اور عام تھا کہ میدانِ جنگ کے ہنگامہ خیز بیحد محدود اور سرسری وقفہ میں بھی ان سے اس مسئلہ کا اظہار ہو جاتا تھا۔ چنانچہ تاریخوں میں آتا ہے کہ جب اسلامی فوجیں خالد بن ولیدؓ کی سرکردگی میں رومیوں سے یرموک کے مقام پر نبرد آزما تھیں تو اسوقت رومیوں کے ایک جاسوس نے ان الفاظ میں اپنی رپورٹ کو ختم کیا تھا:-

"وہ لوگ رات کی گھڑیوں میں فرشتے ہیں اور دن کے اوقات میں جن۔ ان کے قوانین امیر و غریب ہر ایک پر یکساں حاوی ہوتے ہیں ان کا شاہزادہ بھی چوری کرے تو ہاتھ کاٹ دیتے ہیں، اور زنا کی صورت میں سنگسار ہونے سے بچ نہیں سکتا"

خلاصہ کلام یہ کہ یہ پندرہ [15] تصریحات اور ایسی ہی اور بہت سے ثقہ راویوں کی صحیح احادیث انکی تسلی بخش شہادتیں اور غیر مشتبہ واقعات کا واضح اقرار (الا ان الرجم فی کتاب اللہ حق رجم رسول اللہ) جو متواتر اور متفق علیہ طور سے ہم تک پہنچا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مبارک سے آپ کے سامنے رجم کے واقعات کے وقوع پذیر ہونے پر اشتباہ کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ اور ہر شخص اگر وہ شریعت اسلامیہ سے بالکل ہی بے تعلق اور اس قول نبویؐ کا مصداق نہیں۔ لا لفین احدکم متکیا علی اریکتہ یاتیہ الامر من امری مما امرت بہ او نھیت عنہ فیقول لا ادری ما وجدنا فی کتاب اللہ اتبعناہ۔ بہر طور مجبور ہوگا کہ ان کی تصدیق کرتے ہوئے شریعت اسلامیہ میں محصن زانی کے لئے رجم کی سزا کو تسلیم کرلے ⁂ (باقی)

ابن عمر مولوی فاضل)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

185

رجوع موتیٰ

اس مضمون میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا۔ کہ قرآن وحدیث سے صاف اور واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص ایک دفعہ مر کر قیامت کے دن سے پہلے دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس دعویٰ کے میرے پاس مندرجۂ ذیل دلائل ہیں:۔

الدّلیل الاوّل } اللہ تعالیٰ سورۂ انبیاء ع میں فرماتا ہے وحرامٌ علےٰ قریۃٍ اھلکناھا انھم لا یرجعون یعنی ہم نے حرام کر دیا ہے اور پوری طرح روک دیا ہے کہ جو لوگ ایک دفعہ فوت ہو جائیں وہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتے۔ پس خدا قادر تو ہے کہ وہ جس مردہ کو چاہے دوبارہ زندہ کر دے اور ہمیں اس کی قدرتوں سے قطعاً انکار نہیں لیکن باوجود اس کے ہم مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے اس لئے مُنکر ہیں کہ مذکورۂ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک قانون ہمیں بتایا ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے اُس کا دوبارہ زندہ ہونا مشکل یا شاذ نہیں بلکہ حرامٌ یعنی بالکل ممنوع اور ناممکن ہے پس جس فعل کو خدا تعالیٰ ناممکن الوقوع قرار دیتا ہے اسے وقوع میں آنیوالا ہم کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں؟

الدّلیل الثّانی } اللہ تعالیٰ سورۂ مومنون ع ۶ میں فرماتا ہے حتّیٰ اذا جاءَ احدَھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحًا فیما ترکتُ کلّا انھا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون۔ اس آیت میں نہایت صراحت سے بتایا گیا ہے کہ جب کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے اور وہ بصد منت باری تعالیٰ سے التجا کرتا ہے کہ الٰہی مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج تا کہ تیری راہ میں نیک کام کروں اور سچ مچ نیک بنجاؤں تو اللہ تعالیٰ بجائے اسے دوبارہ زندہ کر کے دنیا میں بھیجنے کے اسے فرماتا ہے کہ کلّا یعنی ہرگز نہیں۔ پس جس مفہوم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا وقوع ہرگز نہیں ہو سکتا اس کے متعلق یہ تسلیم کرنا کہ وہ ممکن الوقوع ہے صریح طور پر خدا تعالیٰ کے الفاظ کو جھٹلانا ہے۔ پس لفظ کلّا مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کا کوئی امکان باقی نہیں رکھتا لیکن خدا تعالیٰ نے مزید وضاحت کے لئے فرمایا ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون یعنی جو ایک دفعہ مر جائے وہ قیامت کے روز اور حشر کے دن تو زندہ ہوگا۔ لیکن قیامت سے قبل اور حشر سے پیشتر اس کے اور دنیا کے درمیان ایک برزخ یعنی روک کی دیوار حائل ہو جاتی ہے۔ پس جب قرآن مرنے والوں اور دنیا کے درمیان ایک آہنی دیوار کھینچتا ہے تو ہم کس طرح یہ جرأت کر سکتے ہیں کہ اُس دیوار کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو خدا نے بنائی منہدم کر کے مُردوں کی واپسی کے لئے ایک دروازہ کھولدیں *

الدّلیل الثالث

قرآن مجید میں جب بار بار مشرکین کو مخاطب کر کے فرمایا گیا کہ قیامت کے دن مُردے زندہ ہونگے۔ اور تم حساب وکتاب اور جوابدہی کیلئے خدا کے حضور پیش ہوگے تو انہوں نے اس پیشگوئی کی تکذیب کی اور اُسے عقل کے خلاف قرار دیا اور کہا، أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌ بَعِيدٌ۔ یعنی جو مر کھپ کر فنا ہوگیا وہ دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتا۔ پھر بطور مطالبہ یہ کہا کہ اگر مرنے کے بعد کوئی شخص دوبارہ زندہ ہوسکتا ہے تو بطور نمونہ ہمارے باپ دادا میں سے کسی کو دوبارہ زندہ کر کے دکھایا جائے چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۂ جاثیہ ع میں فرماتا ہے واذا تتلی علیہم آیاتنا بیّنات ما کان حجتہم الا ان قالوا ائتوا بآبائنا ان کنتم صٰدقین۔ یعنی جب کبھی کفارِ مکہ کے سامنے مُردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کی دلیلیں دی جاتی ہیں تو وہ صرف یہی جواب دیتے ہیں کہ اگر کوئی مُردہ زندہ ہوسکتا ہے تو ہمارے باپ دادا میں سے کسی بزرگ کو دوبارہ زندہ کر کے دکھلایا جائے کافروں کے اس مطالبہ کے جواب میں نہ تو خدا تعالیٰ نے کوئی مُردہ زندہ کر کے دکھلایا اور نہ کسی گذشتہ نبی کے کسی ایسے معجزہ کی طرف اشارہ کیا بلکہ صاف لفظوں میں جواب دیا کہ قل اللہ یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیامۃ لاریب فیہ ولکن اکثر الناس لا یتفکرون یعنی خواہ تم ہزار انکار کرو قیامت کا وجود یقینی ہے اور بہت سے دلائل سے ثابت ہے مگر اس دنیا میں تمہارے بزرگ دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتے۔ ہاں ثم یجمعکم الی یوم القیامۃ یعنی دوسری زندگی قیامت کے دن ہی ملے گی۔ اس سوال وجواب سے ایک اور ایک دو کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ آدم سے لیکر قرآن مجید کے نزول تک کوئی مردہ دوبارہ زندہ نہیں ہُوا کیونکہ اگر ایسا ہوتا یا آیندہ کے لئے ایسا ہونا ممکن ہوتا تو کافروں کے سوال کے جواب میں یا تو خدا تعالیٰ بطور نمونہ کسی مردہ کو دوبارہ زندہ فرماتا ورنہ کم سے کم یہی فرماتا کہ دیکھو تم نئے سرے مردہ زندہ کرنیکا مطالبہ کیوں کرتے ہو مسیح ناصری نے فلاں فلاں مردہ کو زندہ کیا یا فلاں فلاں نبی نے یہ کرشمہ اور معجزہ دکھلایا مگر نہیں ایسا جواب خدا نے نہیں دیا بلکہ صاف الفاظ میں فرمایا کہ تم بے شک دوبارہ زندہ ہوگے مگر قیامت کے دن نہ کہ اس دنیا میں۔ اس سے صاف معلوم ہُوا کہ قرآن مجید کے نزدیک قیامت سے قبل مُردوں کے زندہ ہونے کی کوئی مثال نہیں *

الدّلیل الرابع

اللہ تعالیٰ سورۂ زمر ع میں فرماتا ہے۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضیٰ علیہا الموت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمّیٰ۔ یعنی جو روح ایک دفعہ کسی جسم سے نکل جائے وہ پھر واپس نہیں ہو سکتی ہاں نیند کی حالت میں جو روح کام کرنا چھوڑ دیتی ہے وہ پھر دن کے وقت جاگ کر کام کرنے لگتی ہے۔ اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کی توقع خدا کے اٹل قانون کے خلاف ہے ؂

الدّلیل الخامس الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون۔ سورۂ یٰس ع ۲ یعنی کیا ان لوگوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ جو شخص فوت ہو جائے وہ دنیا میں دوبارہ نہیں آیا کرتا حالانکہ اگر بعض انبیاءؑ نے معجزہ کے طور پر بعض اشخاص کو دوبارہ زندہ کیا ہوتا اور وہ لوگ دنیا میں دوبارہ آئے ہوتے تو کیا مخالفین ایسی مثالیں پیش کر کے قرآن مجید کے اس دعویٰ کو باطل نہ کر سکتے تھے اس سے بھی معلوم ہوا کہ واقعہ میں آج تک کوئی شخص مر کر پھر زندہ نہیں ہوا ؂

الدّلیل السّادس صحیح ترمذی میں لکھا ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جابرؓ کے والد عبداللہ کو جو جنگ احد میں بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے تھے۔ عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا ای عبدی تمنّ علیّ اعطک یعنی اے میرے بندے کوئی آرزو کر میں پوری کرونگا۔ عبداللہ نے کہا کہ مجھے پھر دنیا میں زندہ کر کے بھیجدے تا کہ میں تیرے راستہ میں دوبارہ مارا جاؤں فرمایا سبق القول منی انھم لا یرجعون یعنی اے میرے بندے کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ امر تو میرے قول انھم لا یرجعون کے خلاف ہے پس جب وعدہ کر کے ایک عہد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کو دوبارہ زندہ نہیں کیا تو اور کونسی وجہ ہو سکتی ہے جس کی بناء پر مسیح علیہ السلام یا اور کوئی مردہ دوبارہ زندہ ہو ؂

تمام دنیا میں ۱۰۹۳۳۲۰۳ نسخے بائبل کے ۳۴-۱۹۳۳ء میں شائع ہوئے۔

یورپ میں	(۱۵۸۹۰۰۰)	ایشیا میں	(۶۷۰۸۰۰۰)
افریقہ	(۵۰۹۰۰۰)	جنوبی امریکہ	(۴۴۳۰۰۰)
برطانیہ عظمیٰ	(۸۵۵۴۴۸)		

(ترجمان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صداقت کرشن ثانی علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور ویدک دھرم

آریہ سماج میں نقص یہ آگیا ہے۔ کہ زمانہ بدل گیا ہے۔ اس بدلے ہوئے زمانہ میں ہم وہی پروگرام رکھنا چاہتے ہیں۔ جو چالیس سال پہلے تجویز کیا گیا تھا۔ زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ نئے نئے سوال سامنے آتے ہیں۔ اور اُنکے مطابق کام کرنے کا طریقہ بھی بدلنا پڑتا ہے...... زمانہ بدلیگا۔ اور زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ نئے نئے مسئلے ظہور پذیر ہونگے۔ ان کے حل کے لئے نئی تحریکیں جاری ہونگی۔ آریہ سماج کی شان تو اس بات میں ہے۔ کہ ملک کے سامنے زمانہ کے مطابق نئی تجاویز اور نئے طریقۂ عمل پیش کرے۔ جو پروگرام آریہ سماج نے ۴۰ سال پہلے بتایا تھا۔ اس کا ...... وقت ختم ہو گیا ہے۔ نئے پروگرام کی ضرورت ہے۔

(از شری بہادر مل جی ایم اے۔ پروفیسر ڈی اے۔ وی کالج لاہور آریہ گزٹ کارشی نمبر ۲۵ پھاگن سمت ۱۹۸۶ صفحہ ۳۲)

اس عبارت میں پروفیسر صاحب نے صاف صاف یہ بیان کر دیا ہے۔ کہ اب آریہ سماج کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ آریہ سماج نے جو پروگرام بنایا تھا۔ اس کا زمانہ گذر چکا ہے۔ اور موجودہ وقت میں آریہ سماج کسی قسم کی راہنمائی نہیں کر سکتا۔ آریہ سماج کیوں راہنمائی نہیں کر سکتا؟ اس کا جواب بھائی پرمانند جی یوں تحریر کرتے ہیں: پُرانے شاستروں کی عزت میرے دل میں کسی سے کم نہیں ہے۔ مگر میں یہ کہے بنا نہیں رہ سکتا کہ ملک کے اندر جو پولیٹیکل اور مذہبی سوالات اسوقت پیدا ہو گئے ہیں۔ وہ شاستروں کو بنانے والوں کے سامنے نہ تھے۔ اس لئے شاستر ان باتوں میں ہماری رہنمائی نہیں کر سکتے (آریہ اخبار پرتاپ لاہور ۲ دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء صفحہ ۶)

اس حوالہ سے یہ بیّن طور پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ آریہ سماج کے موجودہ لیڈر رہنمائی کر سکتے ہیں نہ ہی وید وغیرہ موجودہ ہندوؤں کے دُکھوں کو دور کر سکتے ہیں، اس لئے مجبور ہو کر ہمارے ہندو دوستوں کے دِل پکار پکار یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ ایشور ہماری مدد کرے۔

اب وقتِ مسیحائی ہے گوکل کے گوالے
بیمار ترے نزع میں لیتے ہیں سنبھالے

مولا ترے بھارت میں گڑے غیر کے جھنڈے
آقا ترے بندوں کو پڑے جان کے لالے

بے یار و مددگار ہوں آغوشِ جفا میں
بھیج اپنے کرم کو کہ مجھے آ کے سنبھالے

کہنا یہ پھر اس بندہ نواز دو جہاں سے
اے نند کے لختِ جگر اے بانسری والے

وعدہ پہ ترے زندہ ہیں ابتک ترے شیدا
کیا دیر ہے آغوش محبت میں بٹھالے

ورنہ تری اُمّت کا ٹھکانا نہ ملے گا
آنے کا تجھے کوئی بہانا نہ ملے گا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھگوان آج اگر اپنے پیارے دیش میں آسکیں۔ تو آپ ساری تصویر اُلٹی ہوئی دیکھینگے...... آپکو دیکھ کر کتنا شوک ہوگا۔ کہ آپکی جاتی کی سنتان نہ صرف دھرم سے بے مُکھ ہو رہی ہے۔ بلکہ دھرم پر چلنے والوں کو نشٹ کر دینے کے سامان ڈھونڈھ رہی ہے...... بھگون ایک بار پھر آؤ تو سہی۔ کسی دوسری آتما میں پرویش کرکے ہی آجاؤ۔ اپنی جاتی کو سیدھا راستہ ایک بار پھر بتا جاؤ۔

(از بھائی پرمانند جی ایم۔اے اخبار ہندو لاہور ۶ ر اکتوبر ۱۹۳۰ء صہ ک ۱)

دکھاؤ کرشن پھر بھارت کو صورت سانوری اپنی — کرو کچھ یاد دینا ناتھ پرتگیا وہی اپنی

ایک رشی کی ضرورت

جو ہماری حالت ہے۔ اگر ایسی ہی رہی۔ اور کسی رشی نے جنم نہ لیا۔ تو شاید اس سبھیتا کی کشتی منجدھار میں ڈوب جائے۔ آج میں ویدک سبھیتا کو کمزور ہوتا دیکھتا ہوں..... ناستکتا کی لہر اتنی زبردست ہے۔ کہ وہ اسے ٹھیرنے نہیں دیتی۔ (از اخبار آریہ گزٹ لاہور کا رشی نمبر ۱۴ ر فروری ۱۹۳۱ء صہ ۴۵)

ان تمام واقعات پر نظر ڈالنے سے یہ صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ہندو قوم کی آتما پکار پکار کر یہ کہہ رہی ہے کہ اے ایشور ہماری حالت پر دیا کرو۔ ہماری بیکسی پر رحم کھاؤ۔ ہمارے دُکھی دلوں کی پکار سُنو۔ ہمارے کشٹوں کو دُور کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ہندوؤں کی پکار کو سُنا۔ اور حضرت مرزا قادیانی کرشن ثانی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو نازل فرمایا۔ اور آپؑ نے اعلان کر دیا ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ✥ لو تمھیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا۔ کہ مَیں ہندوؤں کے لئے کرشن ثانی ہوں۔ پس اُنکا فرض اوّلین ہے۔ کہ حضرت کرشن ثانی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو قبول کرلیں۔ اسی میں ان کی نجات ہے۔ ہندوؤں کے تمام دُکھوں کا واحد علاج خداوند تعالیٰ کی اس پاک آواز میں مضمر ہے۔ اے ہندو بھائیو! اپنی قوم کی لعن طعن سے نہ ڈرو۔ اور خداوند تعالیٰ کی پاک آواز پر قوم کی آواز کو فوقیت مت دو۔ کیونکہ قوم کی مخالفت اور لعن طعن دُھوئیں کی طرح دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو جاتی ہے۔ تم اُس لعنت سے ڈرو۔ جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور جس پر پڑتی ہے۔ اس کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔ جس کے کان ہوں وہ سُن لے۔ اور جس کی آنکھیں ہیں۔ وہ دیکھ لے۔ کہ اب نجات اور سلامتی کی راہ بجز حضرت کرشن قادیانی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی شرن میں آنے کے اور کوئی نہیں ہے۔ اے ہمارے ہموطنو! خدارا اپنی حالت پر رحم کھاؤ۔ اے ماتر بھُومی کی خیر خواہی کے دعویدارو! اُس خداوند تعالیٰ کی پاک آواز کی قدر کرو۔ اور سرو شکتیمان پرمیشور کا شکریہ ادا کرو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ اس نے تمہاری بگڑی کے بنانے کا سامان پیدا کر دیا ہے۔ ہمارے اس بھارت ورش میں پرمیشور نے بھارت ورشی رسول نازل فرمایا ہے۔ اور بڑی مدت کے بعد اس نے بھارت ورش پر دیا کی دھرشٹی ڈالی ہے۔ پس اے ہندوستان کا کلیان چاہنے والو۔ اس پاک آواز پر لبیک کہو۔ جو قادیان دارالامان کی سرزمین سے اُٹھی ہے۔ اس آواز میں نہ صرف ہندوستان کی بلکہ تمام دنیا کی نجات کا راز پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کرشن قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ "اے رُدّر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے"

رُدّر اسکو کہتے ہیں۔ جو بدکرداروں کو ان کی بدکرداریوں کی سزا دیکر رولاتا ہے۔

اور گوپال اس کو کہتے ہیں۔ جو بے شر اور نفع رساں انسانوں کی حفاظت کرتا ہے۔

پس ثابت ہُوا کہ حضرت کرشن قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کے اندر دو کام کرنے ہیں یعنی بدوں کو ان کی شرارت اور بدی کی سزا ملیگی۔ اور نیکوں کی نیکوکاری کے باعث اور حضرت کرشن قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کرنے کے سبب نجات ملیگی۔ کسی کو کسی سے کوئی خطرہ نہ ہوگا۔ تمام لوگ امن وامان سے رہینگے۔ کسی کو کسی قسم کا دکھ اور تکلیف نہ ہوگی۔ ہر ایک انسان جو خداوند تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وہ قادیان میں جاکر حاصل کر سکتا ہے۔ یا قادیان دارالاماں سے تعلق پیدا کر کے خداوند تعالےٰ کی رضا کو معلوم کر سکتا ہے۔

اس سرزمیں پہ آئے اگر کوئی خوش نہاد — ممکن نہیں کہ آئے نہ دل میں خدا کی یاد
میرا تو یہ عقیدہ ہے میرا یہ اعتقاد — پرلطف ہے یہاں جو کرے نفس سے جہاد
دنیا کو ترک کر کے جو خلوت گزیں بنے — دامان قادیان میں گوشہ نشیں بنے

پس اے خداوند تعالیٰ کا قرب چاہنے والو۔ قادیان کی سرزمین کی طرف آؤ۔ اس میں بسنے والوں کی پاک زندگیوں پر غور کرو۔ مَیں کس دَف سے یہ منادی کروں۔ کہ اب تمام دنیا کی نجات قادیان سے وابستہ ہے۔ کاش کہ کوئی ذریعہ ہوتا۔ تا مَیں اپنا سینہ چیر کر آپ کو دکھا سکتا کہ میرے سینہ میں تمام دنیا کی بھلائی چاہنے والا دل ہے۔ کاش کہ محبت مجسم ہوتی۔ تا آپ لوگ دیکھ سکتے کہ وہ تمام لوگ جو قادیان دارالامان سے تعلق رکھتے ہیں۔ کسقدر دنیا کی بہتری اور ہمدردی کے لئے تڑپ رکھتے ہیں۔ جب تمام دنیا خواب غفلت میں پڑی سوتی ہے۔ تو یہ خداوند تعالیٰ کے پاک بندے رات کے پچھلے وقتوں میں اُٹھ اُٹھ کر روتے ہیں۔ دنیا کی بہتری کے لئے خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں گڑگڑاتے ہیں ÷

دنیا کے اندر کوئی ایسی شئے نہیں ہے۔ یا دنیا میں کوئی ایسا وجود نہیں ہے۔ جس کی پہچان کی علامات خداوند تعالیٰ نے مقرر نہ کر دی ہوں۔ مثلاً نیکی و بدی۔ شرافت و تہذیب۔ تاریکی و روشنائی۔ نور اور ظلمت۔ حق و باطل۔ میٹھا اور کڑوا۔ اور دن و رات وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح پرمیشور نے صداقت شعار اور اپنے رسولوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی صداقت کو پرکھنے کے لئے بھی اپنے نشانات اور ارشادات بیّن طور پر ظاہر فرما دیئے ہیں۔ اور ان معیاروں پر غور کرکے انسان آسانی کے ساتھ حق اور باطل میں فرق کر سکتا ہے۔ اب میں اپنے ویدک دھرم بھائیوں کی بھلائی کے لئے چند ویدک دھرم کے معیار بیان کرتا ہوں۔ جن پر غور کرنے سے یقیناً صداقت پسند انسان پر حق کھل جائیگا۔ اور حقیقت کو پانے کے لئے ایک آسان راستہ نکل آویگا۔

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

خدا سے الہام پاکر کرشن ثانی ہونے کا دعویٰ کرتا ہوا۔ شریعت کے ماتحت چلنے والا اور بڑی بڑی مونچھوں والا خدا سے لو لگا کر نجات کا راستہ بتاتا ہے۔ وہ تمام لوگوں کو اکٹھا کرتا ہوا اور بار بار ان کو حوصلہ دیتے ہوئے پورب سے اتر سمندر تک جلدی ہی پہنچتا ہے۔

(اتھرو وید کانڈ ۱۱ سوکت ۷ منتر ۹)

اس منتر میں خداوند تعالیٰ نے حضرت کرشن ثانی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے کام بتا دیئے ہیں۔ یعنی کرشن ثانیؑ کا پہلا دعویٰ یہ ہوگا۔ کہ وہ خداوند تعالیٰ سے الہام حاصل کرکے دنیا کی بہتری اور ہدایت کے لئے کھڑا ہوا ہے۔ وہ کوئی نئی شریعت نہیں لائیگا۔ یعنی برت کے انوکول آچرن کرنے والا ہوگا۔ کرشنم بسانا یعنی کرشن چرم دھارن کریگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کرشن ثانی ہونیکا دعویٰ کریگا۔ وہ بڑی بڑی مونچھوں والا ہوگا۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے۔ کہ وہ بڑا بارعب ہوگا۔ دوسرا یہ مطلب بھی ہے۔ کہ وہ ہندو طریقہ پر نہیں ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی انسان دیانند جی کی فوٹو بھی دیکھ لے۔ تو وہ فوراً معلوم کر سکتا ہے۔ کہ ہندوؤں میں رشی یا برہمچاری جو ہوتا ہے۔ وہ صفاچٹ ہوتا ہے۔ جیسا کہ دیانند ہر وقت اپنی ڈاڑھی اور مونچھوں کا صفایا رکھتا تھا۔ وہ لوگوں کو خدا کی طرف بلائیگا۔ اور وہ تمام دنیا کی ہدایت کیلئے نازل ہوگا۔ اور جلد ہی وہ تمام دنیا میں مشہور ہو جائیگا۔ اور تمام دنیا پر غالب ہو جائیگا +

اب میں ان تمام معیاروں پر حضرت کرشن ثانی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو پرکھتا ہوں۔ اور انصاف پسند ہندو بھائیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ ان پر غور کریں۔ ان کو دل میں جگہ دیں۔ چونکہ ہندوستان میں آریوں نے ہی جماعت احمدیہ کی مخالفت شروع کی تھی۔ اس کا پرنیام یہ نکلا ہے۔ کہ اب آریہ سماجی میدان ہار چکے ہیں۔ اور علی الاعلان یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ احمدیوں کا مقابلہ نہ کرو۔ اور لکھ کر آریوں کو آگاہ کر رہے ہیں۔ کہ احمدیوں سے کسی قسم کا اسلام پر مناظرہ نہ کرو۔ مثلاً آریوں کے لئے یہ واجب ہے۔ کہ مرزائیوں سے اسلام کے متعلق کوئی بات نہ کریں۔ مرزائیوں کے ساتھ آئندہ کوئی تحریری یا تقریری مباحثہ وغیرہ نہیں ہونا چاہیے۔

(اخبار آریہ ویر کا مرزائی نمبر ۲۲ مارچ ۱۹۳۳ء صہ ۱۳ کالم ۳)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت کرشن ثانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چہرۂ مبارک پر اسلامی طرز کی مونچھیں رکھی ہوئی تھیں۔ اور اب بھی ہر ایک انسان حضور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فوٹو دیکھ کر اس حقیقت کو پا سکتا ہے۔ اور مہتہ جیمنی جی آریہ اپدیشک نے آریہ ویر کا مرزائی نمبر ۲۲ مارچ ۱۹۳۳ء میں بھی لکھدیا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب کا چہرہ بڑا بارُعب تھا۔ حضرت کرشن ثانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی یہ دعویٰ ہے۔ کہ میں تمام دنیا کے لئے نازل کیا گیا ہوں۔ اور عین وقت پر دعویٰ کیا گیا ہے۔ اور یہی وہ زمانہ ہے۔ آریوں کو بھی اس صداقت کا اقرار ہے:۔ "آجکل کی حالت اس امر کی زیادہ مستحق ہے۔ کہ اس زمانہ میں زمانہ ماضی کی نسبت دس گنا انبیاء آتے۔ اخبار پرکاش لاہور ۳۰ اپریل ۱۹۳۳ء۔

حضرت کرشن ثانی علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام دنیا میں مشہور ہیں:۔ احمدیہ قادیانی فرقہ یہ لوگ بھی اپنے مخالف خیالات والے لوگوں کو اپنی انجمنوں اور مجلسوں میں کبھی بھی وقار نہیں دیتے جیسے آریہ سماجیوں نے دے رکھا ہے۔ مگر بایں ہمہ ان کا کام دیکھئے۔ امریکہ۔ یورپ۔ ماریشس۔ جاوا۔ جاپان۔ آسٹریلیا غرضیکہ تمام ممالک میں اپنے وعظ کرتے پھرتے ہیں۔ سوائے اپنے معتقدوں کے غیروں سے کوئی اپیل نہیں کرتے۔ کوئی چندہ مانگنے کے لئے ڈیپوٹیشن نہیں نکالتے۔ اپنے کام کے لئے کوئی اخباروں میں تعریف کے پُل نہیں باندھتے۔ کوئی ظاہری نمائش نہیں کرتے۔ مگر پھر بھی لاکھوں روپے سالانہ اپنے مشن کی تبلیغ پر اور سنستھاؤں پر خرچ کر رہے ہیں۔

(از مہتہ جیمنی جی ویدک مشنری آریہ ویر لاہور ۲۲ اپریل ۱۹۳۲ء ص۸ ک۱)

ان تمام واقعات پر نظر ڈالنے سے یہ صاف ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ حضرت مرزا غلام احمدؐ قادیانی ہی کرشن ثانی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اس لئے اے ہندوستان کی بہتری چاہنے والو۔ خداوند تعالےٰ کی پاک آواز کی قدر کرو۔ اور اس کو قبول کرو۔ ہندوستان کی بہتری اور بہبودی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے۔

ہوئی کافور ظلمت نیر احمدؐ کے پرتو سے ÷ دُھلی باران رحمت سے سیاہی سب گناہوں کی

خاکسار فتح محمد احمدی شرما از کراچی

خوبیاں جتنی ہیں تم میں شہرۂ آفاق ہیں
دوستوں کو ہجر کی گھڑیاں نہایت شاق ہیں
یا امام عصر اب چہرے سے جلد الٹو نقاب
جتنی آنکھیں ہیں وہ دید حسن کی مشتاق ہیں

(شیعہ)

189

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیا اسلامی حکومت میں ہندوؤں پر ظلم کیا گیا؟

جس فیاضی سے دنیا کی دوسری اسلامی حکومتوں نے اپنی مفتوح قوم کو مذہبی آزادی دی تھی اور انہیں انتظام سلطنت میں شریک کر رکھا تھا، اسی فیاضی سے شاہان ہند نے اپنی ہندو رعایا کو کامل مذہبی آزادی دی اعلیٰ اعلیٰ ملکی عہدوں پر مامور کیا۔

اس سے انکار نہیں کہ مندر ٹوٹے اور ہندوؤں کی جانیں بھی گئیں ایسا ہوا مگر کن موقعوں پر؟ جنگ کے زمانہ میں۔ امن کی حالت میں ہرگز کوئی مندر نہیں ٹوٹے اور نہ کوئی ہندو قتل کیا گیا۔ لڑائی کے موقعوں پر قتل و انہدامات ہوا ہی کرتے ہیں، صرف مسلمانوں سے ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ واقعات عالم شاہد ہیں، کہ جنگ کے موقعوں پر اس قسم کی باتیں برابر ہوا کرتی ہیں۔

کیا اس سے کوئی ہندو انکار کرنے کی جرأت کر سکتا ہے۔ کہ گجرات میں جین اور برہمن ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے؟ ان دونوں قوموں کے افراد ایک دوسرے کے عبادت خانوں کو توڑا کرتے تھے۔ کیا اس سے انکار کیا جا سکتا ہے؟ کہ بدھ مذہب والوں نے ہندوؤں کے مندروں کو مسمار نہیں کیا، یا شنکرا چارج نے ہزارہا بدھ مت والوں کو تہ تیغ اور اُن کے اکثر معابد کو ملیا میٹ نہیں کیا؟ لیکن کیا مجال جو کوئی ہندو اس پر حرف گیری کرے۔

یہ کسقدر ظلم ہے کہ کسی خاص بادشاہ کے تعصّب کی داستان کو پیش کر کے یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کے زمانہ میں مذہبی آزادی کا نام تک نہ تھا، ہندو زبردستی مسلمان بنائے جاتے تھے۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی فتوحات غازی محمد بن قاسم کے زمانہ سے شروع ہوئیں، اور سب سے پہلے مسلمانوں نے سندھ کو فتح کیا۔ اس مشہور سپہ سالار نے جس کی عمر صرف سترہ سال کی تھی۔ ملک میں داخل ہوتے ہی منادی کرادی کہ

"تم آزاد ہو۔ مَیں تمھیں کسی قسم کی تکلیف نہیں دونگا۔ کسی کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کیجائے گی۔"

یہ صرف الفاظ نہ تھے، بلکہ اس کم سن مگر اولوالعزم غازی نے اس پر برابر عمل کیا۔ اور یہی وجہ تھی کہ سندھ کے اکثر مقامات بغیر کُشت و خون کے اسلامی سلطنتوں میں شامل ہوگئے۔

جب محمد قاسم نے برہمن آباد فتح کرنے کے بعد مذہبی آزادی کا اعلان کیا تو برہمنوں کے ایک وفد نے جو مندروں کی خدمت کرتے تھے، اس اسلامی سپہ سالار کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، کہ مسلمانوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

176

اسلام اور عیسائیت کے معاشرتی دستور العمل

مقابلہ و مجادلہ

ایک سرسری نظر ڈالنے سے اسلام اور عیسائیت کے دستور العمل علمِ تمدّن کے طالب علم کی نگاہ میں ملتے جلتے نظر آئینگے۔ لیکن بنظرِ تعمق غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ مطابقت بہ نسبت باطنی ہونے کے ظاہری زیادہ ہے اور یہ دونوں دستور العمل بدیں وجہ کہ دونوں کے بانی مبانی سامی تھے آپسمیں مشابہت رکھتے ہیں۔ اصل ہیں، عیسائیت نے یہ کبھی نہیں ارادہ کیا کہ وہ کوئی سیاسی یا تمدّنی دستور العمل بنائے۔ حضرت یسوع مسیح کی تعلیم جس حالت میں ہم تک پہنچی ہے۔ وہ ایک کم و بیش اخلاقی پند و نصائح کے مجموعہ تک ہی محدود ہے۔ اور اس میں بھی ان کو یکجان کرنے یا کسی دستور العمل میں ڈھالنے کی سعی نہیں کی گئی۔ اور اس کے برخلاف اسلام کے بانی (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے جو ایسے ہی سیاست دان تھے جیساکہ وہ مذہبی رہنما تھے۔ یہ پہلے ہی دیکھ لیا تھا کہ کوئی اصولِ اخلاق خود بخود زندہ رہ نہیں سکتا۔ پس آپؐ نے اسپر ایک تمدّنی سیاسی دستور العمل کی بنیاد رکھی۔ جس کی عمارت بغیر کسی خم کے اسی طرح قائم و مصئون ہے۔ اور جو اَبْ تک بھی دنیا کی آنکھ کا تارا بنی ہوئی ہے۔ اور ہم ابھی اس دستور العمل کی طرف توجہ کرینگے۔

عیسائیت کا ارتقاء

عیسائیت کے بانی نے، اس کے برعکس، جیساکہ ہم نے دیکھا ہے، کوئی کوشش کسی تمدنی و سیاسی دستور العمل بنانیکی نہیں کی۔ بلکہ ایسے عملی احکامات بجائے خود امتناعات تھے۔ جو بجائے کسی دستور العمل کو قائم کرنے کے اسے مٹانے کے واسطے تھے۔ مثلاً یہ تعلیم کہ "بدی کو مت روکو"

اگر اس کی حقیقی جذبے سے اطاعت کی جلئے تو عاقبتاً اس کا نتیجہ ہنگامہ اور بد انتظامی کے سوا کچھ نہ ہو۔ اور در حقیقت کاؤنٹ طالسطائی نے اسی دستور العمل سے منطقی نتیجہ نکال کر ایک ایسا دائرہ عمل بنایا جس نے اس کو سیاسی خود مختاری کا خواہاں بنا دیا۔ معاشرتی پہلو سے یسوع مسیح کی تعلیم درباره ایک زانی عورت کی سزا کے "پس وہ تم میں سے پہلا پتھّر پھینکے جو گناہ سے پاک ہے" بتاتی ہے کہ اگر اسے اس کے آخری تختے تک پہنچایا جائے تو بد انتظامی و بد عملی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔

کیونکہ یہ بات سارے تمدّنی تعزیری دستور العمل کی جڑ میں کلہاڑا مارتی ہے۔

یورو پین عیسائیت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے خوف سے مندروں میں لوگوں کی آمد کم ہو گئی ہے جس سے آمدنی میں بھی اس قدر کمی ہو گئی ہے کہ ان مندروں میں مرمت ایک مشکل امر ہے، ہمارے اکثر مندر جنگ میں ٹوٹ گئے ہیں، آپنے کاشتکاروں، سوداگروں اور کاریگروں کے ساتھ بہت کچھ سلوک کیا ہے۔ ہم لوگ بھی استدعا کرتے ہیں، کہ ہمارے نقصانات کا بھی سدّ باب کیا جائے، یعنی ہندوؤں کو کہا جائے کہ مندروں میں پوجا پاٹ کے لئے آیا کریں۔

قاسم نے برہمنوں سے ہمدردی ظاہر کی اور کہا کہ "تم لوگ جاؤ میں خلیفہ سے اجازت لیکر جواب دونگا، قاسم نے حجاج کو اس معاملہ کی اطلاع کی، اس نے جواب میں لکھا، چونکہ ان برہمنوں نے اطاعت قبول کر لی ہے، اس لئے انہیں آزادی دو، کسی قسم کا جبر کرنا مناسب نہیں یہ خط اسوقت پہنچا جبکہ قاسم برہمن آباد سے روانہ ہو چکا تھا۔ مگر اسے اپنی ہندو رعایا کا اس قدر خیال تھا کہ برہمن آباد واپس آ کر اس نے برہمنوں کے حق میں تحقیقات کی۔ اور اس سے پہلے ہندو راجہ کے عہد میں جو جو رعایتیں تھیں، وہ سب انہیں دی گئیں، اور حکم ہُوا کہ آیندہ سرکاری مالگذاری میں سے تین روپیہ سینکڑہ کے حساب سے مندروں میں مرمّت کیلئے دیا جائے۔ اور ایک عام اعلان، کہ ہر ہندو کو اپنے مراسم کے ادا کرنے کی عام اجازت ہے، مذہبی حقوق تلف نہیں کیئے جائینگے۔

نیز وصولی مالگذاری کی خدمت جس طرح برہمنوں کے سپرد پہلے سے تھی کہ اس کو اسی طرح رہنے دیا جائے۔

جب ہندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت قائم ہوئی۔ تو اس وقت بھی شاہان اسلام نے نہایت فیاضی سے مذہبی آزادی کو قائم رکھا، مندروں کے اخراجات اور پوجاریوں کے وظائف کے لئے بڑی بڑی جاگیریں عطا کی گئیں

یہاں چند اقتباسات بعض غیر مسلم مؤرخوں اور سیاحوں کے بیانات سے درج کیئے جاتے ہیں، جن سے اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ شاہان اسلام نے اپنی ہندو رعایا کے مذہب کے ساتھ کس طرح کا سلوک کیا۔

مسلمان بادشاہوں کی طرف سے مندروں کے واسطے اراضی کا وقف ہونا۔ اگرچہ شاذ و نادر تھا لیکن یہ دعویٰ نہیں کہ بالکل معدوم ہو۔ (کرنل بول کا مارکو پولو)

مذہبی آزادی کا اصول جس کو اکبر اعظم کے دَور حکومت میں سب سے زیادہ ترقی ہوئی ہندوؤں کے مذہب کے ساتھ اکثر برتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ شاہی اوقاف جو مندروں کے لئے مقرر ہوئے تھے۔ ان کا لحاظ ہوتا تھا۔ اور بدنامی کے خوف سے ہندوؤں کے مذہب میں دست اندازی نہ کرنے کی حکمت کا معمول یہ تھا (مسٹر چسٹرڈ ٹمپیل کی کتاب ہندوستان)

مسلمان فرمانرواؤں کی نسبت یہ اعتراض بھی پیش کیا جاتا ہے۔ کہ ان کے عہد میں نئے مندر بننے کی اجازت نہ تھی۔ لیکن یہ سراسر غلط ہے، دہلی، آگرہ، متھرا، بٹ الیشر، وغیرہ میں جو اسلامی قوت اور سطوت کے خاص مرکز تھے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بہت سے مندر شاہان اسلام کے عہد کے تعمیر شدہ اسوقت تک موجود ہیں۔ چنانچہ بندرابن کے مشہور مندر "گوبند دیو جی"، "گوپی ناتھ، مدنموہن، مہاپر، بھوچیتن جی ۱۴۸۶ء لغایت ۱۵۵۵ء کے چیلے روپ سناتن گوسائیں، نے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ پہلے مسلمان تھے۔ مسلمانوں ہی کے عہد میں بنوائے (ہندوستان گذشتہ و حال مصنفہ رائے بہادر لالہ بیج ناتھ)

ڈاکٹر بیر نیر نے اپنے سفرنامہ میں ستی کے بیان میں لکھا ہے:۔

"جو بیانات ستی کے بابت لکھے گئے ہیں ان میں بے شک مبالغہ کیا گیا ہے، اور آجکل پہلے کی نسبت ستی کی تعداد کم ہوگئی ہے کیونکہ مسلمان جو اس ملک کے فرمانروا ہیں، اس وحشیانہ رسم کے نیست و نابود کرنے میں حتی المقدور کوشش کرتے ہیں، اور اگرچہ اس کے امتناع کے واسطے کوئی مقررہ قانون نہیں ہے، کیونکہ اُن کی تدبیر مملکت کا ایک جزو ہے، کہ ہندوؤں کی خصوصیت میں جن کی تعداد مسلمانوں سے کہیں زیادہ ہے، دست اندازی کرنا مناسب نہیں سمجھتے، بلکہ ان کے مذہبی رسوم کے بجالانے میں ان کو آزادی دیتے ہیں۔ تاہم ستی کی رسم کو بعض ایچ پیچ کے طریقوں سے روکتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ کوئی عورت بغیر اجازت اپنے صوبے کے حاکم کے ستی نہیں ہوسکتی۔ اور صوبہ دار ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ جبتک قطعی طور پر اس امر کا یقین نہیں ہوجاتا کہ وہ اپنے ارادے سے ہرگز باز نہ آئیگی"

اسی سفرنامہ میں دہلی کے سورج گہن ۱۶۶۶ء کے اشنان پوجا پاٹ کے حال میں لکھا ہے:۔

"سلاطین مغلیہ اگرچہ مسلمان ہیں، لیکن ان پُرانی رسموں کے آزادانہ طور پر بجالانے کو یا تو اس خیال سے منع نہیں کرتے کہ ہندوؤں کے مذہبی معاملات میں دست اندازی کرنا نہیں چاہتے تھے یا دست اندازی کی جرأت نہیں رکھتے تھے"۔

بنگالہ کے حال میں لکھا ہے:۔

"بہت سے پرتگیز اور دوغلے یوروپین اور عیسائیوں نے جن کو ڈچ لوگوں نے ان کی مختلف آبادیوں سے نکال ہے" اس زرخیز ملک میں آکر پناہ لی ہے۔ چنانچہ فرقۂ جیسوئٹ اور اگسٹن کے لوگوں نے جن کی بڑی بڑی مذہبی جماعتیں ہیں اور جو اپنے مذہبی اعمال کو آزادانہ اور بلا وقت عمل میں لاسکتے ہیں ...... مجھے اس بات کا یقین دلایا ہے کہ صرف ہوگلی میں آٹھ ہزار سے نو ہزار تک عیسائی بستے ہیں اور اس ملک کے اور حصّوں میں تو ان کی تعداد ۲۵ ہزار سے بھی زیادہ ہے۔

موسیو تھیونیو فرانسیسی سیاح نے جس نے ۱۶۵۵ء سے ۱۶۶۸ء تک ہندوستان کی سیاحت کی اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے۔ اکثر بستیوں میں مندر بنے ہوئے تھے، ہندو گاڑیوں میں جلتے ہوئے جابجا ملتے تھے جو ان مندروں میں اپنی پوجا کے واسطے آئے تھے۔

اسی سیاح کے سفرنامے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مغلوں کے صوبۂ بالاگھاٹ اور سلاطین دکن کے قلمرو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں عیسائیوں کے بہت سے کالج، خانقاہیں موجود تھیں، اور عیسائی پادری اپنے مذہب کی اشاعت کے واسطے برابر آتے جاتے تھے، اور نہایت آزادی سے اپنے کام میں مصروف تھے، رائے بہادر لالہ بیجناتھ صاحب اپنی کتاب "ہندوستان گذشتہ وحال" میں مسلمانوں کی حکومت کے طریقہ کے بیان میں لکھتے ہیں:-

ہندو کسی قدر حقارت کے ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ مگر سوائے جزیہ لئے جانے اور ایک دو معاملات میں امتیاز کیئے جانے کے اور کوئی مداخلت ان کے مذہب میں نہیں کیجاتی تھی، نہ ان سے کوئی دشمنی کا برتاؤ ہوتا تھا۔ بہت سے ہندو حساب و مال کے محکموں میں نوکر ہوتے تھے، مبارک خلجی کے وقت میں کل گورنمنٹ کا طریقہ ہندوانہ تھا، ہندو لوگ اپنے مذہب کم تبدیل کرتے تھے۔

اسلامی عہد حکومت میں مذہبی آزادی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے، کہ ہندوؤں کے بڑے بڑے واعظ اصلاح کنندگان اور موجدان مذہب نہایت آزادی سے اپنے اپنے مذہب اور طریقے کی اشاعت میں سرگرم تھے، اور کوئی ان کو نہ روکتا تھا، اور جب تک کوئی شخص ملک کے پولیٹیکل معاملات سے الگ تھلگ رہتا کبھی اس کے معاملات میں دست اندازی نہ کی جاتی تھی۔

چنانچہ گورو رامانند، بابا کبیر داس، گورو نانک، مہاپربھو چیتن جی، بابا سور داس جی، گوشائن تلسی داس بابو تکارام وغیرہ کے حالات اس کے ثبوت میں موجود ہیں، اور ہندوؤں کی طرح تعلیم یافتہ مسلمان بھی اُن کو عزت اور عظمت کے ساتھ یاد کرتے تھے،

کلکتہ کے روزانہ اخبار سرونٹ نے سلطان ظہیر الدین بابر کے وصیت نامہ کا ترجمہ شائع کیا ہے، اس وصیت نامہ کی چند دفعات یہاں پر درج کی جاتی ہیں، جس سے معلوم ہوگا، کہ مسلمان بادشاہوں کو اپنی ہندو رعایا کا کسقدر خیال تھا، یہ وصیت نامہ بابر نے اپنے فرزند ہمایوں کے لئے لکھا تھا۔

(۱) مذہبی تعصبات سے اپنے دماغ کو متأثر نہ ہونے دو، اور ہر قوم کے مذہب کے جذبات کا لحاظ رکھتے ہوئے، ایک غیر طرفدارانہ انصاف کرو۔

(۲) تم کبھی بھی کسی قوم کے عبادت خانہ کو منہدم نہ کرنا اور انصاف کرو تاکہ حاکم و محکوم کے تعلقات خوشگوار ہیں اور ملک میں امن و آشتی کا دَور دَورہ ہو۔

(۳) خصوصاً گائے کی قربانی سے باز آؤ۔ اور اس چیز کے ذریعہ تم بہت جلد اہل ہند کے دلوں کو اپنے قبضہ میں کر سکو گے۔ اور لوگ رشتہ امتنان سے سدھر جائینگے۔

شاہان اسلام پر بہت بڑا الزام یہ ہے کہ انہوں نے ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا۔ اور اپنے مذہب کو تلوار کے زور سے پھیلایا۔ مسلمانوں نے ہندوستان پر ایک ہزار برس تک حکمرانی کی، اگر وہ تلوار کے زور سے

۱۹۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندوؤں کو مسلمان بنانا چاہتے تو آج ملک میں خصوصاً صوبۂ آگرہ دہلی اودھ بہار دکن میں جو اسلامی قوّت کے مرکز تھے۔ سوائے مسلمانوں کے کسی دوسرے مذہب والے کی صورت نظر نہ آتی، برعکس اس کے ان مقامات میں پچاسی فیصدی ہندو ہیں اور صرف پندرہ فیصدی مسلمانوں کی تعداد ہے دکن میں تو مسلمانوں کی زبردست سلطنت تھی، اور آج بھی حیدرآباد کا ایک مسلمان ہی حکمران ہے، بتاؤ کہ آج بھی مسلمانوں کی وہاں تعداد کتنی ہے؟ اب ان مقامات کو لو۔ جہاں مسلمانوں کا اقتدار حکومت زیادہ مضبوط نہ تھا۔ مثلاً بنگال کشمیر وغیرہ یہاں مسلمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، اور ہندوؤں کی تعداد بہت کم ہے، راجپوتانہ کو لو جو کبھی مسلمانوں کے قبضہ میں کامل طور سے نہیں آیا، وہاں مسلمانوں کی تلواروں نے مسلمانوں کی اتنی تعداد بڑھا دی کہ اب ذرا مردم شماری کی رپورٹ ملاحظہ ہو:۔

سنہ ۱۸۹۱ء میں ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد ۵و۶و۰۰و۰۰۰ تھی

سنہ ۱۹۰۱ء " " ۶و۲۵و۰۰و۰۰۰ تھی

سنہ ۱۹۲۱ء " " ۶و۷۰و۰۰و۰۰۰ تھی

حضرات مخالفین و منکرین ذرا غور و انصاف فرمائیں، ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد جو دن بدن بڑھتی جارہی ہے وہ کس کی تلوار ہے۔

اب اس باب میں کچھ غیر مسلم مؤرخوں کے بیانات سُنئے۔ سلطان محمود غزنوی جس نے سترہ ۱۷ بار ہندوستان پر حملے کیئے اور جس کے حملوں کے سلسلہ میں بہت سے مندر مسمار ہو گئے اس کے متعلق مسٹر الفنسٹن لکھتا ہے۔ .... "یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے ایک ہندو بھی مسلمان بنایا ہو"

دوسری جگہ لکھتا ہے:۔ "سوائے لڑائی کے اس نے کسی ہندو کو قتل نہیں کیا"

الگزنڈر داد اپنی تاریخ ہند میں لکھتا ہے:۔

"اورنگ زیب نے ترقی دین کے جوش میں نومسلموں کے ساتھ کُھلے ہاتھ سے فیاضی کی لیکن اس نے غیر مذہب کے لوگوں پر مذہبی باتوں میں سختیاں نہیں کیں"

سر الفرڈ لائل نے لکھا ہے:۔

"جو فاتحین اسلام شمالی ہند میں شاہی کے بانی ہوئے یا جنہوں نے دکن میں اسلامی سلطنتیں قائم کیں، ان کو مذہب کی کچھ پروا نہ تھی۔ ان میں اکثر ایسے تھے، جن کو تبلیغ مذہب کی مہلت ہی نہیں ملی، کیونکہ یا تو ملک کے فتح کرنے میں ان کا وقت صرف ہوا، یا خانہ جنگیوں سے اُن کو فرصت نہ ہوئی، یہ مسلمان فاتح اکثر وحشی مغل یا تاتاری ہوئے۔ پیغمبر عرب کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دین پر خود اُن کو استحکام نہ تھا، اور وہ جوش اور ولولہ جو سام بن نوح کی اولاد کا خاصہ ہے اور جس کا نمونہ عرب کے قدیم الایام برادران اسلام نے دکھلایا تھا، ان میں چھو بھی نہ گیا تھا جو سلطنت انہوں نے قائم کی اس کی حیثیت ہمیشہ جنگی رہی "۔

مسٹر آرنلڈ اپنی کتاب پریچنگ آف اسلام میں لکھتے ہیں:۔

ہندوستان کے مسلمان فاتحوں کے دل میں کوئی ایسا خیال جس کو کہ آخرت کی بھلائی چاہنے کا خیال کہتے ہیں، موجود نہ تھا جو مذہب کے ہر سچے داعی کے دل میں ہُوا کرتا ہے اور جس نے خود اسلام کی اشاعت میں بڑے بڑے کام کیئے، خلجی، تغلق، لودی لڑائیوں میں عموماً ایسے مصروف رہے کہ اسلام کے ترقی دینے کی مہلت نہ ہوئی، لوگوں کو مسلمان کرنے کی جگہ ملکوں سے خراج وصول کرنے کا خیال اُن کو زیادہ رہا*

وحشی قبائل

مردم شماری کی رپورٹ سے

مقتول کی روح قاتل کے جسم میں رپورٹ میں پہلے ایک ایسے قبیلہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کا خیال ہے کہ مقتول کی روح قاتل کے جسم میں حلول کر جاتی ہے۔ اس قبیلہ کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ جنگلی جانوروں کے ذریعہ جو لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ان کی روح جانوروں میں جذب ہو جاتی ہے۔ یا وہ روح شیر وغیرہ جانوروں پر سوار ہو کر سیر و تفریح کرتی رہتی ہے۔ یہ عقیدہ وسط ہندوستان کے قبیلہ بیگا میں عام طور پر پایا جاتا ہے۔

"سول میٹر" کے اصول سے ہی انسانی سروں کا شکار، انسانی قربانی اور مردم خوری کا خیال قبائل میں پیدا ہُوا ہے۔

انسانی سروں کا شکار انسانی سروں کے شکار کی رسم کافرستان اور آسام میں پائی جاتی ہے۔ ۱۸۸۲ء میں بھیلوں کے اندر بھی اس رسم پر عمل کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ اپنے دشمن کے سر کو کسی درخت پر لٹکا دیا کرتے تھے۔ گوندہ قبیلہ کے لوگ دشمن کا سر بھی کاٹتے تھے۔ اور بال اور انگلیاں بھی اور اس کو درخت پر لٹکا کر اپنی فاتحانہ شان کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔

یہ لوگ ناقابل عبور پہاڑوں میں رہتے ہیں اور اجنبی کا شکار کرتے ہیں۔ اور اس کے سر اور پیر کو کاٹ ڈالتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ قتل ہونے کے بعد بھی روح سر میں رہتی ہے۔ اور ہر چیز کو دیکھتی رہتی ہے۔

شادی کیلئے انسانی قتل کی ضروری شرط انڈمان کے وحشی مُردے کا جبڑا اور کھوپری الگ کر لیتے ہیں اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس پر ماتم کرتے ہیں۔ اس قسم کا ایک واقعہ نوٹس میں لایا گیا ہے جبکہ ایک شخص کا جبڑا جو لڑائی میں مارا گیا تھا۔ الگ کیا گیا۔ نیپال کے علاقہ میں وحشی قبائل اپنے مُردوں کو دفن کرتے وقت اس کے سر کے ساتھ مختلف قسم کے سلوک کرتے ہیں۔ آسام، انڈونیشا، اوشنیا، میلانیشا میں سروں کے شکار کی رسم خاص طور پائی جاتی ہے۔ سروں کے شکار کرنے والے قبائل میں اسوقت تک شادی نہیں ہوتی۔ جبکہ شادی کرنے والا متعدد سروں کا شکار نہ کھیل چکا ہو۔ ان کا خیال ہے۔ کہ بغیر سروں کے شکار کیئے شادی شدہ جوڑے کو اولاد حاصل نہیں ہوتی

نام رکھنے کی رسم پر انسانی قربانی

چانگ ناگا قبیلہ میں یہ رسم ہے۔ کہ باپ اپنے بچہ کا نام اس وقت تک نہیں رکھتا جبتک کہ وہ کسی گاؤں پر کامیاب حملہ کر کے انسانوں کا خون نہ بہا دے۔ چنانچہ اس قبیلہ کا موجودہ سردار اُس کا اور اُس کے بھائی کا نام لونگ کھونگ اور اونگل اُسوقت رکھا گیا۔ جب ان کے باپ نے منکھنگ اور ان گرد کے گاؤں پر حملہ کر کے ان کے مکینوں کو خوب قتل کر لیا۔ انہی گاؤں کے نام پر ان بچوں کے نام بھی رکھے گئے جو فتح اور کامرانی کی نشانی ہیں۔

ہندوستان کے چند دلگداز واقعات

اس قسم کے واقعات ہندوستان میں بکثرت پیش آتے رہتے ہیں کہ عورت کے بچہ نہ ہونے کی صورت میں دوسرے بچوں کو قتل کر دیا جاتا ہے، اکتوبر ۱۹۲۵ء میں ہائی کورٹ پنجاب میں ایک مقدمہ دائر ہوا۔ مقدمہ کی شکل یہ تھی کہ ایک عورت نے بچہ کی پیدائش سے ناامید ہو کر ایک بچہ کو قتل کر دیا۔ اور اس کے ہاتھ پیر کاٹ کر غسل کیا اس قتل میں یہ نظریہ کام کر رہا تھا کہ مقتول بچہ کی روح نا امید عورت کے رحم میں آکر حمل کی صورت اختیار کر لے گی اور اس طرح اُس کے پیٹ سے بچہ پیدا ہو جائے گا۔

گجرات میں ۱۹۳۰ء کے آغاز میں اس قسم کا ایک واقعہ ظہور میں آیا تھا، ایک بیس سالہ لڑکی نے جس کے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا ایک بارہ سالہ لڑکے کو گندھک کے تیزاب سے ہلاک کر ڈالا، مقدمہ کے دوران میں مزید انکشاف ہوا کہ عورت کے بچہ نہ ہونے کی صورت میں اکثر عورتیں دوسروں کے بچوں کو ہلاک کر ڈالتی ہیں تاکہ ان کی روح از سرِ نو پیدا ہونے کے لئے رحموں میں داخل ہو جائے۔

بارش اور کاشت کیلئے انسانی قربانی

گو ہندوستان میں سروں کا شکار نہیں کھیلا جاتا۔ مگر اس کے ساتھ ہی انسانی قربانی کا رواج عام طور پر پایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں انسانی قربانی کبھی تو اس کیلئے کی جاتی ہے کہ زمین کی دیوی خوش ہو کر غلہ اور اناج زیادہ سے زیادہ پیدا کرے۔ اور کبھی دیگر مقاصد کے حصول کے لئے "گونڈھ" قبیلہ کے لوگ زمین کی دیوی کے لئے انسانوں کی قربانی کرتے ہیں۔ اور مُردہ لاش کے ٹکڑے کر کے ان کے کھیتوں اور غلہ کے محفوظ مقامات میں پھینک دیتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے انسانی قربانی کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی سبز درخت کے نیچے زمین کھود کر انسانوں کو اس میں ٹھونس دیتے ہیں اور پھر اس پر آہ و بکا کرتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ آنسوؤں کے گرنے سے بارش کی دیوی کو جوش آتا ہے۔

برما میں ایک قبیلہ کے لوگ کاشت کے ان سروں کو مظاہرہ کرتے ہیں۔ جو انسانوں کا شکار کر کے جسموں سے کاٹ لئے جاتے ہیں۔ کافرستان کے کافر انسانی سروں کو غلّہ پر رکھدیتے ہیں اور واپسی پر آہ و بکا کرتے ہیں اس میں بھی یہ خیال کام کر رہا ہے کہ رونے سے بارش ہوتی ہے۔

"کوتو" میں گو انسانی قربانی نہیں ہوتی مگر وہاں چاولوں کی کاشت کے وقت ایک مصنوعی اور مٹی کے انسان کی قربانی دیوتا کے ساتھ کی جاتی ہے۔

دسہرہ کے تہوار کی اصلیت ہندوؤں میں دسہرہ کا تہوار تمام ہندوستان میں منایا جاتا ہے۔ اور یہ اس واقعہ کی یادگار ہے کہ رام نے راون کو قتل کیا تھا۔ یہ تہوار عین اس موقع پر منایا جاتا ہے جبکہ سرمائی کاشت کا آغاز ہوتا ہے۔ مغربی ہندوستان میں اس تہوار کے ساتھ جنگی ہتھیاروں کی پوجا بھی کی جاتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں مشرقی ہندوستان میں اس تہوار کے ساتھ انسانی قربانی بھی انجام دی جاتی ہے۔ "سول مٹر" کے حصول پر بعض لوگ مُردوں کی ہڈیوں کو اپنے قبضے میں کر لیتے ہیں اور جادو کے کرتبوں میں ان سے کام لیتے ہیں۔ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ ایک یوروپین کی لاش کو "اوراؤن" قبیلہ کے لوگ لیگئے تحقیقات سے معلوم ہُوا کہ وہ ہڈیوں سے جادو کا کام لینا چاہتے تھے۔

مردم خور اقوام ہندوستان میں گو مردم خوری ایک افسانہ بن کر رہ گئی ہے۔ مگر بعض رسموں میں اب تک اس کا وجود پایا جاتا ہے۔

انڈمان کی ایک رپورٹ میں انسانی قربانی کی اطلاع دی گئی ہے وہ لکھتا ہے کہ ایک شخص نے ایک انسان قتل کر کے اس کا خون پیا۔ اس کی خام چربی اور سینہ کے گوشت کو کھایا اور باقی جو گوشت بچا اس کو پکا کر کھا گیا۔ مغربی شمالی علاقوں میں کافر قبیلہ کے لوگ مقتول کے دل کا ٹکڑہ کھاتے ہیں۔ اور جس شخص کو وہ قتل کرتے ہیں۔ اس کا خون پی لیتے ہیں۔ مشرقی شمال میں آسام کے "لوشے" اس مقتول کے جگر کا ذائقہ چکھتے اور تلوے سے خون چُوستے ہیں۔ جو جنگ میں سب سے پہلے مارا جاتا ہے۔

انسان کے گوشت کا نر لقمہ "تھاڈو" قبیلہ کے افراد دشمن کے ہاتھ رنگتے ہیں اور جب تک وہ ایسا نہیں کر لیتے اس وقت تک وہ اپنے آپکو ناپاک خیال کرتے ہیں۔ آسام کی سرحد پر "سینما" قبیلہ کے لوگوں میں بھی اس قسم کی رسم پائی جاتی ہے۔ یہ لوگ جب دشمن کا سر کاٹ کر اپنے گھر واپس ہوتے ہیں تو مقتول کا گوشت کھائے بغیر وہ گاؤں میں داخل نہیں ہوتے اور کم از کم ایک لقمہ تو ضرور ہی کھاتے ہیں۔

اس نوع کی ایک رسم یہ بھی ہے کہ نئے راجپوت حکمران پر پردیسی بھیل کے خون کا چھڑکاؤ کیا جاتا ہے جو اس بات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی علامت ہے کہ اس کے دورِ حکومت میں فارغ البالی کا دَور دَورہ رہے گا۔"

انسانی خون کے پینے کا رواج انڈونیشا اور اوشنیا میں انسانی خون کے پینے کا عام رواج ہے ہم دو رواج پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ زمانہ کی نسبت پہلے یہ رسم تمام ہندوستان میں مروج تھی

سر جارج اسکاٹ نے برما کے "وا" قبیلہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ خاص خاص مواقع پر اور خصوصیت سے نئی کاشت کے آغاز میں انسانوں کا گوشت کھایا کرتے ہیں۔

"واشان" اور سماٹرا کے "باٹک" اپنے مُردوں کا گوشت کھایا کرتے ہیں یہ عمل غالباً اوتار بننے کیلئے کیا جاتا ہے۔ آسام کے شمال مشرق سے لیکر چٹس گڈھ کے پہاڑی قبائل تک اور برما کے مغرب جنوب کی سرحد سے لیکر امرکنٹک تک یہ بد رسم پھیلی ہوئی ہے۔ اور وہاں مُردوں کا گوشت کھایا جاتا ہے۔ اگرچہ اس قسم کے واقعات پر کوئی مستند شہادت اب تک دستیاب نہیں ہوئی ہے۔ مگر ان مقدمات سے دیگر قبائل کے رسم و رواج کو پیش نظر رکھ کر اس امر کی تصدیق کوئی مشکل نہیں ہے۔

سیاہ فام انسان کی مومیائی ان تمام قسم کے رسم و رواج میں جو سب سے زیادہ سنگدلانہ کام ہے اس کو غلط طور پر یوروپین لوگوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ہندوستانی لوگوں کا خیال ہے کہ بعض یوروپین مضبوط نوجوان اور سیاہ لڑکے کو پکڑ کر اس کو اوندھے مُنہ آگ پر لٹکا دیتے ہیں اور اس کے سر میں سوراخ کر دیتے ہیں جس سے جوہر زندگی کے قطرے ٹپکتے ہیں اور پھر ان قطروں کو صاحب دماغی اور صحت جسمانی کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس جوہر انسانی کا نام مومیائی ہے، اور اس کے متعلق لوگوں کا یہی خیال ہے کہ یہ زندہ انسان کے خون سے بنائی جاتی ہے۔

حال میں ضلع سہارنپور میں بہت سے اجنبیوں کو اسی مفروضہ کی بنا پر زدوکوب کیا گیا کہ وہ سیاہ لڑکوں کو پکڑنے آئے ہیں اور ان کے خون سے مومیائی بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ایک اور صاحب نے بھی اسی قسم کے ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ ۱۸۹۶ء میں جب بمبئی میں پلیگ پڑا تو لوگوں نے ان کو اس مفروضہ کی بنا پر سخت تکلیفیں دیں اور ان کو سخت دشواریاں پیش آئیں۔ یہ عقیدہ اب تک ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے۔

بقایا داران ریویو جن احباب نے رسالہ ریویو کے وی پی واپس انکاری کر دیئے ہیں وہ مہربانی فرما کر اطلاع دیں کہ چندہ کب ادا فرمائینگے۔ اور رسالہ انکے نام جاری رہے یا بند کر دیا جائے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اِسلامی تاریخ کا ایک صفحہ

طارق کی فاتحانہ پیشقدمی

بہادر جرنیل طارق جب اسپین فتح کر چکا تو ایک مسلمان نے کھڑے ہو کر بہادر طارق سے کہا کہ جب تُو نے واری مکتہ کی مہم کو سر کر لیا، اور مشہور امیروں اور سرداروں کا قلع قمع کر ڈالا تو پھر ایسے عمدہ موقع پر ہرگز تجھ کو اپنے بیش بہا وقت کو بیکار گنوانا مناسب نہیں۔ تمام عیسائی جو تیرے مقابلے سے بھاگ بھاگ کر دُور دُور مقامات میں پناہ گزین ہوئے ہیں۔ تیری اور تیری فوج کی شجاعت اور بہادری کو اپنے ہم وطنوں سے بیان کر کے ان کے پژمردہ دلوں میں خوف کی جڑیں مضبوط کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں چاہیئے کہ بہت جلد ان کا تعاقب کرے اور قبل اس کے کہ وہ اپنی فوج فراہم کریں۔ ان کا قلع قمع کر ڈالے۔ اگر تُو نے ایک دفعہ تمام شہروں کو فتح کر لیا تو پھر تجھ کو کسی قسم کا خوف باقی نہ رہے گا۔ ورنہ تجھ کو از سرِ نو پھر وہی مشکلات پیش آئیں گی جن پر تُو غالب آ چکا ہے۔

اس تقریر کا اثر یہ ہُوا کہ تمام لوگوں نے امیر طارق سے درخواست کی کہ وہ اپنا گھوڑا آگے بڑھائیں۔ امیر طارق کا دلی منشا بھی یہی تھا اُنہوں نے سرداروں کی رائے پسند کی۔ اس کے بعد امیر موصوف نے پہلے اپنی فوج کا معائنہ کیا اور پھر پُرجوش الفاظ میں عربی فوج کو ان کی سابقہ فتوحات یاد دلائیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی فوج کو یہ بھی ہدایت کر دی کہ میدانِ جنگ میں قواعد اسلام کی پابندی پورے طور پر کرنا لازم ہے یعنی عربوں کو انہیں لوگوں کا مقابلہ کرنا چاہیئے جو ان کا مسلح مقابلہ کریں عورتوں بچوں اور اُن لوگوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے جن کو اس سے کوئی علاقہ نہیں۔

پھر طارق نے اپنی فوج کے تین حصے کیئے۔ پہلے حصے کی افسری مغیث الرومی کے سپرد کی، اور شہر قرطبہ فتح کرنیکا حکم دیا، دوسرے حصے پر امیر زید کو مقرر کر کے شہر ملقون کی طرف روانہ کیا۔ تیسرے حصے کو اپنے جلو میں رکھا۔ طارق ان بہادر امیروں کو رخصت کر کے شہر جیان اور اسپین کے پایۂ تخت طلیطلہ کو فتح کرتے ہوئے شمال کی جانب روانہ ہوئے۔ لیکن قبل اس کے کہ طارق پایۂ تخت کے قریب پُہنچیں۔ امیر زید حسب قرارداد شہر استیجہ کو فتح اور اندلس کی رہی سہی قوّت کو پامال کرتا ہُوا طارق کی خدمت میں حاضر ہو گیا، اُسی دورہ میں طارق کی ملاقات سے پہلے امیر زید نے شہر ملقون اور شہر البیرۃ کو فتح کر لیا تھا۔ ان دونو شہر کے حاکموں نے عربوں کی شہرت سُنکر بغیر لڑائی کے عربوں کو شہر پناہ کے باہر دیکھ کر دروازے کھول دیئے اور خراج دینا منظور کر لیا۔

عورتوں کی ایک عجیب فوج

مغیث الرومی نے اندلس کے بہت سے شہر فتح کر لئے۔ صرف مرشیا کے

۱۹۶
Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوہستانی درے کچھ عرصے تک تدمیر (عیسائی حاکم) کی بہادری سے محفوظ رہے۔ مگر بعدہٗ مسلمانوں نے اس کو کھلے میدان میں تیغ و سپر ہونے پر آمادہ کرکے لڑائی کی جس میں تمام عیسائی ایک ایک کرکے کام آئے بلکہ خود تدمیر اپنے ایک غلام کے ساتھ بمشکل تمام میدان سے جان بچا کر بھاگا، یہ شہر اوری میولا میں پناہ گزین ہوا۔ یہاں پہنچکر اس نے اسلامی افواج کے ساتھ جو اس کا تعاقب کیے چلی آتی تھیں۔ ایک دلچسپ چال چلی مرشیا میں بجز عورتوں اور عمر رسیدہ مُردوں کے کوئی جوان باقی نہ رہا کیونکہ پچھلی لڑائی میں سب میدان کی نذر ہو چکے تھے۔ پس تدمیر نے یہ تدبیر کی کہ تمام عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر اور بجائے نیزہ کے لمبے لمبے ڈنڈوں اور دیگر ضروری اور ظاہری اسلحہ جنگ سے آراستہ کرکے ان کے سر کے بالوں کو پیچ دیکر ٹھوڑی پر اس طرح جما دیا کہ دُور سے ڈاڑھی معلوم ہونے لگی۔ اس عجیب فوج سے اس نے فصیل شہر کو خوب مستحکم اور مضبوط کیا۔ جب مسلمان رات کی تاریکی میں چھپ کر حملہ کرنیکی غرض سے آگے بڑھے تو یہ حال دیکھ کر بہت چکرائے اور دل شکستہ ہو گئے۔

۱۹۶

ادھر تدمیر نے جب اپنا فسون کارگر دیکھا تو اپنے غلام کو فوراً ایلچیوں کا لباس پہنا کر اور خود جھنڈا ہاتھ میں لیکر مصالحت کیلئے شہر سے نکلا۔ جب مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا تو عربی جرنل نے اس کو مطلقاً نہیں پہچانا، بلکہ ایلچی سمجھ کر نہایت اعزاز و اکرام سے پیش آیا تدمیر نے عربی جرنیل سے کہا۔

مَیں حاکم شہر کی طرف سے آپکے پاس ایسی شرائط پر صلح کرنے آیا ہوں جو آپ کی عالی حوصلگی سے بعید نہ ہوں۔ آپ جانتے ہیں کہ فصیل شہر اور اس کے ناکے کسقدر محفوظ ہیں، اور آپ کہاں تک محاصرہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے صلح اندیش حاکم کو یہ منظور نہیں ہے کہ اپنے سپاہیوں کو مفت اپنے دشمنوں کی تیغ کی نذر کرے۔ آپ وعدہ فرمائیں کہ اہل شہر کو مع اپنے مال و متاع نکل جانیکی اجازت ہے۔ کل صبح شہر خالی کرکے آپکے سپرد کر دیا جائیگا۔ ورنہ ہم ہر طرح لڑنے کو تیار ہیں۔

مغیث رومی کو یہ بات بہت پسند آئی۔ چنانچہ فریقین صلح پر رضامند ہو گئے اور شرائط طے ہونیکے بعد جب عہد نامہ لکھا گیا تو تدمیر نے بھی اپنے دستخط کر دیئے اور عہد نامہ دیکر کہا کہ حاکم شہر مَیں ہی ہوں، اس کارروائی کے بعد تدمیر اپنے غلام کے ساتھ شہر میں واپس آگیا +

آپکے سپاہی کہاں ہیں صبح دم شہر پناہ کھُلا اور حسب قرارداد ایک انبوہ کثیر نکلنا شروع ہُوا سب سے پہلے تدمیر اور اس کا نوجوان غلام نکلا۔ یہ دو تو اسلحہ جنگ سے آراستہ تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے ایک جم غفیر عمر رسیدہ مردوں، عورتوں اور بچوں کا نکلا، عربی جرنیل نے متحیر ہو کر تدمیر سے دریافت کیا "ہیں"، اور وہ آپکے سپاہی کہاں ہیں جو کل اسقدر مضبوطی سے شہر کی حفاظت کر رہے تھے۔ تدمیر نے جواب دیا کہ میرا تو ایک بھی سپاہی نہیں جو کچھ ہیں آپکے سامنے ہیں۔ ان ہی عورتوں کو ترکیب کے ساتھ مَیں نے فصیل شہر پر چڑھا دیا تھا جس کے سبب سے ہمارے اور آپکے درمیان صلح ہو گئی۔ عربی جرنیل تدمیر کی اس دانشمندی اور اعلیٰ قابلیت کا اسقدر معترف ہُوا کہ اس نے تدمیر کو مرشیا کا گورنر مقرر کر دیا جو آجتک اس کے نام سے تھوڈیمبر لینڈ سے پکارا جاتا ہے*

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تاہم عیسائیت اس کے بانی کے جاری کردہ طریق پر ارتقاء پذیر نہ ہو سکی۔ بلکہ برعکس اس کے وہ مجبور ہو گئی کہ وہ مروجہ غالب تہذیب و تمدن کے اثر میں جذب ہو جائے۔ بجائے اس کے کہ اپنی پرانی رومی تمدن کے ماتحت ہو۔ ابتدائی اسقف کے پیش نظر یا تو رومی خیالات کی پیروی کر کے شاہی مذہب ہو جانا تھا اور یا بالکل نیست و نابود ہونا انہوں نے مجازی طور پر پہلی بات تسلیم نہیں کی، پس اس طرح عیسائیت نے رومی روپ اوڑھ لیا۔ جس حد تک چرچ گورنمنٹ کا تعلق ہے۔ اسقاف نے اپنے طریق شاہی دستور العمل سے لے لئے۔ لیکن اصولاً وہ نو پلاطوسی خیالات سے اثر پذیر ہوئے تھے جس نے رومی مشرکین کو رنگ دیا تھا۔ اور تو اور یہ گرجائی رخصتیں کرسمس۔ ایسٹر رومی کلینڈر سے ہی تو ماخوذ ہیں گو بعد میں آکر ان پر عیسائی ملمع کر دیا گیا ہے۔

روم زدہ عیسائیت

اپنے ابتدائی مراحل میں عیسائیت رومانی طریق کی گود میں پلی۔ اور در اصل یہ رومن کیتھولک چرچ اپنی ساخت کے لحاظ سے زیادہ تر رومن ہے بہ نسبت کیتھولک ہونے کے اور آخری ایام میں عیسائی چرچ اور عیسائیت کے تمدنی دستور العمل پر فیوڈل ازم کا گہرا اثر تھا، جس کے ساتھ اس کا رابطۂ اتحاد بہت تھا۔ اور تمدنی طور پر ازمنۂ وسطیٰ کے فیوڈلزم کا عیسائی معاشرتی دستور العمل پر اتنا اثر تھا کہ کسی اور چیز کا نہ تھا۔ اور یہ ازمنۂ وسطیٰ کا فیوڈل ازم ہی تھا جس سے عیسائی معاشرتی دستور العمل نے ادماغی کیر یکٹر حاصل کیا تھا۔ اور اس طرح وہ جمہوریت کے خلاف استحقاق کا وارث بن بیٹھا۔ اس کے بعد جہاد پہلے جمہوری تحریک ہی تھا۔ لیکن یورپ میں اسے مطلق العنان امارت کی آڑ لینی پڑی جس کے پیچھے سے وہ ۔ ۔ ۔ ۔ ملوکیت کے خلاف کاری حربہ لگا سکتا تھا۔ جبکہ اسوقت انگلستان میں یہ تحریک مطلق العنان خود مختاری کی لہر میں بھی جاری تھی جس نے اسے پاپائی استبداد کے جوئے سے رہائی کے لئے استعمال کیا، اس طرح انگریزی ملکویت کو "تمام دنیاوی و مذہبی امورات میں خود مختار" بنا دیا۔

امارتی دستور العمل

عمل خواہ کچھ ہی ہو تاہم یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عیسائیت ایک امارتی مذہب ہے۔ تاریخ کو شروع سے لیکر آخر تک پڑھ جاؤ تم دیکھو گے کہ چرچ نہ صرف ملکویت ہی کا زبردست حامی رہا ہے بلکہ ظلم و تعدی سے بھی باز نہیں رہا۔ فیوڈل سسٹم کے وقت امراء انگلستان کا گرجا کے پادریوں سے بڑھ کر کون ممد تھا۔ انگلستان میں ٹیوڈر اور سٹوآرٹ[لے] خود مختار بادشاہ بھی ان پادریوں کے بل بوتے پر حکومت کرتے تھے۔ اور در حقیقت یہی ان کے "ڈیوائن رائٹ آف کنگز"[ہے] کے نظریہ کے مصنف بھی تھے۔ جب فرانس کے

لے (خاندانوں کے نام)

ہے (زمین پر بادشاہ کا خدائی سایہ ہونا)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دُنیا میں تباہی کے آثار

ہندوستان میں سب سے پہلے بہار کا علاقہ تباہ ہُوا۔ اس کے بعد امریکہ میں آندھیاں اور طوفان آئے اور آگ لگی۔ جاپان بھی تباہیوں سے محفوظ نہیں رہا۔ چنانچہ وہاں بھی ان دنوں سیلاب سے مخلوق خدا پریشان ہوئی۔ چین کی وسیع سلطنت طوفان کی تباہ کاریوں کی شکار ہوئی۔ انگلستان میں میلوں آگ کے شعلے بھڑکے اور جنگل کے جنگل خاکستر ہو گئے۔ اب وارسا سے خبر آئی ہے کہ جنوبی پولینڈ میں سیلاب سے سخت تباہی آئی ہے۔ چالیس لاکھ اشخاص بے خانماں ہو گئے ہیں۔ تمام ملک کا ⅓ حصہ تباہ ہو چکا ہے۔ ہندوستان میں بھی بعض اضلاع کی یہی حالت ہے۔ غرضکہ دنیا کو دوہری مصیبتوں کا سامنا ہے، ایک اقتصادی اور دوسری سیلاب سے۔ اللہ اپنے بندوں پر رحم کرے!!!

"پکار"

التجا یہ ہے کہ یا سیدِ بطحا مدد دے ۔۔۔ سلطنت دین کی مٹنے کو ہے شاہا مدد دے
ہم غلام آپ کے کہلاتے ہیں آقا مدد دے ۔۔۔ دمِ امداد و اعانت ہے خدا را مدد دے

شان میں حال کو ماضی سے ملا دیجئے آپ
پھر وہی یکجہتی ہم کو سکھا دیجئے آپ

آپ ہی نے ہمیں پہنچائے تھے پیغامِ اِلٰہ ۔۔۔ آپ ہی آج بھی گمراہوں کے ہوں رہبرِ راہ
آپ ہی آس غریبوں کی ہیں اے دین کے شاہ ۔۔۔ دیکھئے دیکھئے اُمّت ہوئی جاتی ہے تباہ

اُٹھ کے اس در سے کہیں ہم نہیں جانیوالے
اک نظر اے مری بگڑی کے بنانے والے

یا تو خود آئیے یا بھیجئے اس کو شاہا ۔۔۔ حقِ نیابت کا بخوبی جو کرے آکے ادا
جس کو صدّیق کہے فخر سے خود صدق و صفا ۔۔۔ اور ہو فاروق پئے باطل و حق نام خدا

ہو غنی دل کا بھی اور قاتلِ کفّار بھی ہو
جو محمدؐ بھی ہو اور حیدرؓ کرار بھی ہو

پہلے آتے ہی وہ آپس کی یہ تفریق مٹائے ۔۔۔ جو ہم دست و گریباں ہیں گلے اُن کو ملائے
پھر جدھر پھیر کے رُخ نعرۂ تکبیر سُنائے ۔۔۔ شرق سے غرب تک اسلام کا ڈنکا بج جائے

یُوں بڑھے لُطف ہم چشم کرم کے نیچے
جمع سب آئیں نظر ایک عَلَم کے نیچے

حنیف لکھنوی

177
Digitized by Khilafat Library Rabwah

لوگوں نے ملکویت اور امارت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا۔ تو انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی بغاوت کوئی فائدہ نہیں دے سکتی جب تک وہ چرچ کو نیست ونابود نہ کردیں۔ کیونکہ یہی چیز ہے جو بادشاہوں کو دنیاوی طاقتوں کے سوا روحانی رُتبہ بھی دیتی ہے اور یہی سیاسی تحریک تھی جس نے بولشویک کو روسی مذہبی اداروں کے خلاف کردیا۔

اِسلامی جمہوریت

اِسلام اس کے برعکس ابتداء ہی سے جمہوریت کا حامی ہے۔ اسلامی باضابطہ نظریہ جمہوریت کے مقاصد پر مبنی ہے۔ خلافت کا اب تک بھی انتخاب کے اصول کے ماتحت انتظام ہے۔ اور عموماً اسلامی فقہ نے لوک کی سیاسی نظریہ کی تائید کی ہے۔ جن کا حاصل مطلب یہ ہے کہ بالآخر عوام ہی کو زیادہ حقوق حاصل ہیں۔ نہ کہ ہوبز کو جو خود مختار ملوکیت کا دعویدار تھا۔ عملی لحاظ سے اسلام دنیا میں مکمل ترین جمہوری دستور العمل پیش کرتا ہے۔ جہاں آقا اور غلام میں فرق نہیں کیا جاتا۔

اِسلامی اخوت

اسلامی تمدّنی دستور العمل کا بنیادی اصول ہمیشہ اخوت رہا ہے۔ "نہ صرف یہ کہ تمام بنی نوع انسان برابر ہیں۔ بلکہ وہ آپس میں بھائی بھی ہیں" حاکم بیشک ہیں۔ جیسا کہ ایک منظم حکومت کے لئے ہونے چاہئیں۔ لیکن ان کی کارگذاری اور عمل ایک ماہر اور محنتی کارکن کا ہے نہ کہ اسے ایک اعلیٰ ذات کا ہونیکی ضرورت ہے۔ ایک اسلامی بادشاہ کا منتہی نظر ہمیشہ یہی رہا ہے کہ وہ اپنی رعایا کا ایک خدمتگار ہے" لیکن اس کے برعکس یورپین نقطۂ نظر یہ ہے کہ بادشاہ کو ایک استحقاقی ادماغ حاصل ہے۔

عورتیں اور غلام

یہ ایک قسم کی بُرائی خیال کی جاتی ہے کہ اسلام نے غلام رکھنے کی اجازت دے دی ہے۔ اور عورتوں کو پردے میں رکھنے کا حکم ہے۔ لیکن یہ خیالات یا تو جہالت سے سرزد ہوتے ہیں یا شرانگیز پراپاغنڈے کے اثر کے باعث۔ غلامی کے بارے میں عرض ہے کہ یہ اسلام اور عیسائیت دونوں کے زمانے میں تمام دنیا کا تسلیم شدہ دستور العمل تھا۔ پس دونوں نے اسے بُرا خیال نہ کیا۔ لیکن اسلام نے اس کے ساتھ یہ رواداری برتی کہ غلاموں کے ساتھ رحم دلانہ اور عادلانہ سلوک کا حکم دیا۔ اور یہ مانی ہوئی حقیقت ہے کہ عیسائی امریکہ کی نسبت اسلامی ممالک میں غلاموں کی حالت بدرجہا بہتر تھی۔

عورت کا درجہ

اسی ضمن میں یہ بات ہے کہ عورتوں کا درجہ اسلام کے ماتحت شروع سے لیکر اب تک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بہر حال عیسائیت سے افضل رہا ہے۔ بہت پہلے اس سے کہ یورپ کے تمدنی دستور العوامل نے عورت کے جائدادی حقوق کو تسلیم کیا ہو اسلام نے ایسا کر دیا، اور اب بھی ایک مسلمان عورت عیسائی عورت کے حقوق کے لحاظ سے زیادہ ہے۔ مثلاً حق مہر جیسے قابلِ فخر دستور العمل فوراً انہیں شادی اور جہیز کا فیصلہ کرا دیتے ہیں یہ ایسا عادلانہ دستور العمل ہے جو یورپ کے کسی معاشرتی شعبہ میں نہیں پایا جاتا۔

طلاق

یورپ اور امریکہ میں آجکل کسی آسان اور شائستہ طلاق کی تحریک ہے۔ اسلام نے کتنا ہی عرصہ پہلے طلاق کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ نہ صرف مردوں کے لئے ہی بلکہ عورت کے واسطے بھی، اور ابتداء سے ہی طلاق کا دروازہ دونو مرد و زن کیلئے کھلا ہے۔ لیکن دوسری طرف یورپ میں طلاق ایک لمبے عرصے کے جھگڑنے اور بہت سا روپیہ خرچ ہونیکے بعد ممکن تھی اور رومن کیتھولک چرچ تو اب بھی نہیں مانتا اور مدافعتی چرچ آف انگلینڈ کے پادری تو طلاق شدہ جوڑے کی دوبارہ شادی نہیں کرتے۔

اسلامی شادی

یہ شاید عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی وجہ سے ہے کہ اسلامی دستور زیادہ واضح اور روشن ہے بہ نسبت کسی عیسائی ممالک کے۔ شادی کا عیسائی نظریہ تمام کا تمام راہبانہ خیال کے ماتحت عورت کی پاکیزگی کے رنگ سے رنگین تھا اور اب بھی ہے۔ اور ناکتخدائی کو اصل روحانی پاکیزگی سمجھا جاتا ہے۔

عیسائیت کے ابتدائی ایام میں جبکہ چرچ ابھی اپنے بانیوں کے خیالات سے علیحدہ نہیں ہوا تھا۔ شادی کو عیسائی شائستہ اور اچھی بات خیال کرتے تھے۔ لیکن اس کے بعد سینٹ پال جیسے راہب اور مجذوب پیدا ہوئے جنہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ "شادی کرنے سے بہتر ہے کہ تم جل مرو"۔ اور اسکے بعد دوسرے پادری آئے جنہوں نے قیصرِ روم کی مطلق العنانی کی مدافعت کی غرض سے ناکتخدائی کو ایک ثواب میں داخل کر لیا۔

مدرسیّت کے خیالات

ازمنہ وسطیٰ کے مدرّسین، مثلاً آگسطائین جیسے آدمیوں نے یہ پڑھانا شروع کیا کہ ناکتخدائی گویا پارسائی ہے اور شہوانی جذبہ کے لئے صرف اکٹھے رہنے کے لئے اجازت دیدیں۔ یہاں تک کہ ناکتخدائی نے پادریوں کے درمیان بناوٹ کیلئے بہت عرصہ لیا۔ اور اس سے بھی زیادہ عرصہ اس کے جاری کرنے میں لگا۔ اور درحقیقت یہ اس وقت جاری نہ ہوئی جب تک کہ ہلڈ بریند بابِ جسے گریگری چہارم کہتے ہیں نے قیصر کے ساتھ ایک لمبی جنگ کے بعد فتح حاصل کی۔ ناکتخدائی پسندیدہ فعل ہو یا نہ ہو اس سے بحث نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

178

مگر عورت کی ناپاکیزگی نے ازمنہ وسطیٰ، یا انقلابِ عظیم کے دنوں میں عورت کے درجہ کو بہت ذلیل کر دیا۔ بلکہ چند عرصہ پہلے بھی عورت ذلیل ہی تھی۔

اس نظریہ کا واضح نتیجہ یہ ہوا کہ شادی کو مقدس رشتہ صرف پادریوں کی اجازت سے تصوّر کیا جاتا تھا۔ نہ کہ جیسا کہ تمام مہذب حکومتوں میں آجکل ہے۔ ایک معاشرتی رشتہ،

رشتۂ پائدار

شادی کے اس نقطہ کا نتیجہ یعنی صرف پادریوں کی اجازت سے جواز ہونا رومن کیتھولک کا شادی کے مطلق ناٹوٹنے والا رشتہ کا نظریہ تھا۔ جو نہ صرف رومن کیتھولک میں اب بھی رائج ہے بلکہ انگریزی قانون پر بھی اس کا اثر ہے یعنی کہ شادی کے بعد طلاق ایک ناممکن الوقوع چیز اور مہنگی بات ہے۔ طلاق کے متعلق عیسائی نقطۂ نگاہ یہ ہے یہ کہ اوّل تو اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ دوسرے اگر ہے بھی تو پادریوں سے قیل قال کرکے کوئی بہانہ اس کے جواز میں تراش لیں۔ لیکن اسلام نے اسے جانبین کی نااتفاقی کا ایک ضروری حل قرار دیا ہے۔

ماحصل

اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا ہے کہ یورپ میں خصوصاً اور انگلستان میں عموماً اسے ناممکن اور گراں خیال کرتے ہوئے آپس میں ایک دوسرے پر زنا کی تہمتیں لگا دیتے ہیں تا کہ وقت اور روپیہ کی بچت کرتے ہوئے نااتفاقی کی بے لذّت زندگی سے جلد نجات حاصل ہو سکے۔

عورت کے جائداد پر حقوق

عیسائی حکومتوں نے دیر تک عورت کو وراثت یا جائداد سے محروم رکھا ہے۔ جہاں تک وراثت کا تعلق ہے انگریزی قانون مرد کی پیدائشی بزرگی پر مبنی ہے۔ گویا عملی لحاظ سے عورت کے تمام حقوق سے انکاری ہے۔ اور برِّ اعظم یورپ میں سیلک لاء کے ماتحت عورت پر خارجیہ حقوق کے دروازے بند کر دینے کے لئے ہے برخلاف اس کے اسلام نے وراثت کے وقت عورت کو متناسب حصۂ کا حقدار ٹھہرایا ہے۔ جو عیسائی حکومتوں میں قطعاً ناپید تھا۔ اور شادی شدہ عورتوں کی ذاتی جائداد رکھنے کا حق اسلام میں صدیوں پہلے رائج تھا۔ جو اَب عرصہ ہوا قانون کے ذریعہ جائز قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ مہر کا قابلِ فخر دستور العمل فوراً شادی اور جہیز کا فیصلہ کرا دیتا ہے۔

سیاسی حقوق

پس ہمیں معلوم ہوا کہ اسلام نہایت فراخدلی سے۔ کئی درجہ عیسائی حکومتوں سے فراخدلی میں بڑھ کر۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صنفِ نازک کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ اب رہا غلامی کی اسلام میں اجازت ہونا تو اسلام نے غلاموں کے ساتھ سلوک کے متعلق اس قدر احکامات جاری کر دیئے ہیں کہ اسلامی غلام۔ فرانسیسی سبنور یل لا۔ یا انگریزی اور امریکن قانون (جو ہجرت کے بعد بنے ہیں) سے غلاموں سے کہیں آزاد اور خوش ہیں سیاسی طور پر اسلام کا نظریۂ حکومت انتخاب کے اصول پر مبنی ہے۔ تمام کے حقوق یکساں ہیں۔ عملی لحاظ سے اسلام کا معاشرتی دستور العمل بنی نوع انسان کی یکسانیت اور آزادی کو تسلیم کرتا ہے بلکہ ان کی برادری واخوت کو بھی قبول کرتا ہے۔ اور کونسا دستور العمل اس کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ (ترجمہ جنید ہاشمی بی۔ اے)

فصل الخطاب فی مسئلۃ الحجاب

(یا)

اسلامی پردہ

(نمبر ۸)

پردہ پر چوتھے اعتراض کا جواب

پردہ پر اسکے مخالفین کی طرف سے ایک یہ اعتراض درج ہو چکا ہے کہ خدائے حسن آفرین کی جمیل ترین مخلوق کو کیوں مردوں کی صنف سے چھپا دیا جائے جو اس کے حقیقی پرستار (قدر دان) ہو سکتے تھے۔ اور قدرت کی حسین ترین گلکاریوں کو جو دل و دماغ کیلئے موجب تفریح وعشرت بن سکتی تھیں۔ کیوں نظروں سے اوجھل کر دیا جائے، گویا ان کے نزدیک پردہ کا حکم دیکر عورت و مرد کے میل و ملاپ سے روکتے ہوئے اسلام نے لوگوں کو ایک بہترین لذّت و لطف سے محروم کر دیا۔ جو ایک غیر واجب روک پیدا کرنے کے لئے نامناسب اور غیر درست اقدام ہے۔

پردہ کے تعلق میں مخالفانہ جذبات کو اُکسانے کے لئے یہ اعتراض تو کر دیا گیا لیکن اگر حقیقتاً غور کیا جائے تو اس اعتراض کا رُخ مخالفین کی کسی خواہش کو پورا کرنے کی بجائے سمت مخالف میں چلتا ہے، اور اس معاملہ کو بالکل صاف کر دیتا ہے کہ مخالفین کو پردہ اتنا بُرا کیوں معلوم دیتا ہے اور وہ اس کے اسقدر خلاف کیوں ہیں۔ درحقیقیت یہ اعتراض مخالفین کے حقیقی اور گہرے خیالات و عواطف کا آئینہ دار ہے اور یہی وہ چیز ہے جو پردہ کے بہت سے مخالفین کے دلوں میں لہریں لے رہی ہے، انہیں خوف ہے کہ پردہ کے باعث وہ "جنتِ نگاہ" سے محروم ہو جائینگے، اور اگر غور کیا جائے تو مبرہن طور سے عیاں ہو جائیگا کہ باقی اعتراضات تو صرف اسی خواہش کو ذرا مہذّب اور سلجھے ہوئے انداز میں پیش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

179

کرنے کے لئے وضع کیئے گئے ہیں۔ ورنہ ہم پردہ پر پہلے تین اعتراضات کو لیکر ثابت کر چکے ہیں کہ اسلام کا دامن ایسے دھبوں سے پاک ہے۔

جو لوگ بے پردگی کے دلدادہ ہیں اور اس کے خلاف کسی آواز کو سُن نہیں سکتے اس کا باعث یہ نہیں کہ انہیں پردہ پر کوئی اصولی اعتراض ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہیں یہ ناگوار معلوم دیتا ہے کہ وہ عورتوں کو پردہ میں بٹھلانے کے باعث نگاہوں کے اس فردوس سے محروم کرائے جائیں اور ان سے وہ نظارے چھین لئے جائیں جن سے صبح و مساء وہ لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اور ان ممالک میں جہاں پردہ رائج ہے۔ وہاں پردہ کے اکثر مخالفین بیشتر اسوجہ سے چاہتے ہیں کہ پردہ نہ رہے کہ انہیں خیال ہوتا ہے کہ عورتوں کو پردہ سے نکال کر نہ معلوم کتنے حسین چہرے ان کے سامنے آجائینگے اور کتنے جمیل نظاروں سے ان کی آنکھیں لذت یاب ہونگی۔

ہرچند کہ پردہ پر یہ اعتراض اکثر مخالفین کے ایسے خیالات اور قلبی میلانات کے آئینہ دار ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اسپر سنجیدگی سے غور کیئے بغیر اسے یونہی نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔ آخر کیوں لوگوں کی آزادیوں پر پابندیاں عائد کی جائیں۔ اور کیوں انہیں جذبات آفرین مسرتوں سے روکا جائے، تو اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ خوشیوں اور مسرتوں کے حاصل کرنے کے لئے تو عورتوں اور مردوں کے ظاہراً ملنے سے علاوہ اور بھی بہت سے طریق ہیں۔ تو کیا پردہ کے مخالفین اجازت دینگے کہ دنیا ان تمام پر بلا روک عمل پیرا ہو جائے اور شادی بیاہ کے رواجی بندھنوں کو توڑتے ہوئے زن وشوئی کے تعلقات کے قائم کرنے میں ایک عالمگیر وسعت پیدا کرلے، اور جو مرد جس عورت کے ساتھ بھی چاہے اپنے تعلقات خصوصی کو استوار بنالے اور جس عورت کو جو مرد بھی پسند آئے اس کے ساتھ اپنی رہائش کا بندوبست کرلے لیکن اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور ہر وہ شریف انسان جس سے جذباتِ حمیت بالکل مٹ ہی نہیں چکے اور اس میں غیرت کے احساسات کا کچھ بھی شائبہ باقی ہے۔ ضرور نفی میں جواب دیگا اور تسلیم کریگا کہ مرد و عورت کے تعلقات میں عواطف انسانیت کے پیش نظر ایسی وسعت نہیں دی جا سکتی تو پھر اصل سوال یہ نہیں رہتا کہ مسرت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور کونسا مذہب اس کی اجازت دیتا ہے۔ اور کس نے اس کی ممانعت کی ہے۔ بلکہ پھر قابل حل یہ امر ہوگا کہ خوشی حاصل کرنے کے جائز ذرائع کونسے ہیں۔ اور پردہ پوشی کی پابندیاں ان کے راستہ میں روک تو نہیں بنتیں اور ان کے حصول کی راہ میں اسلام پردہ کا سنگ گراں تو نہیں رکھتا۔

اس اصل کے پیش نظر اگر اسلام کو پرکھو گے تو معلوم ہوگا کہ اس نے کسی ایک انسان کو بھی جس دہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بخدمت جملہ معتمدین و امرائے جماعتہائے احمدیہ

برادران کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں آپکی توجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپیل کی طرف منعطف کرانی چاہتا ہوں جو حضورؑ نے ریویو آف ریلیجنز کے متعلق ان ایام میں فرمائی جبکہ جماعت کی تعداد چالیس پچاس ہزار تھی۔ حضورؑ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"چونکہ ہماری جماعت کو معلوم ہوگا۔ کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے۔ جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں ان کو دور کر کے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا پورا کیا جائے۔ اس لئے اور انہی اغراض کے پورا کرنے کیلئے رسالہ (ریویو آف ریلیجنز) جاری کیا گیا ہے۔ لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنے کے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہوگیا تو یہ واقعہ میں اس سلسلہ کے لئے ایک ماتم ہوگا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس رسالہ کی اعانت کے لئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو و انگریزی کے پیدا ہو جائیں تو یہ رسالہ خاطرخواہ چل نکلیگا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اس قدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ سو اے جماعت کے سچے مخلصو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کے لئے ہمت کرو۔ خدا تمہارے دل میں القاء کرے کہ یہی وقت ہمت کا ہے۔"

اب خیال فرمائیے کہ جب ان ایام میں جماعت احمدیہ کا فرض ملی تھا کہ ریویو کیلئے کم از کم دس ہزار خریدار بہم پہنچائیں تو اب جبکہ جماعت کے افراد کی تعداد بفضلہ کئی لاکھ ہے۔ کیا ہمارے لئے غور کی بات نہیں کہ ریویو آف ریلیجنز کے خریداروں کی تعداد چند سو ہو اور ایک ہزار بھی نہ ہو۔ پس میں آپ سے باصرار مطالبہ کرتا ہوں کہ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں سعی بلیغ فرما کر ایک مہینے کے اندر اندر پانسو مزید خریدار مہیا فرمائیں تاکہ اردو ریویو آف ریلیجنز کا خرچ طباعت چل سکے ورنہ رسالہ کا جاری رہنا جبکہ اسپر ڈھائی ہزار قرض ہے آئندہ محال ہو جائیگا۔

صفحہ سوم ٹائٹل پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ناظر تالیف و تصنیف کا سفارش نامہ درج ہے اس کے مطابق ہر مقام پر خاص سعی کر کے خریدار بنائے جائیں اور مجھے براہ راست درخواستیں بھجوائیں۔ مضامین کی اشاعت کیلئے بھی اپنے گھروں میں کوشش فرمائیں۔

خاکسار مینیجر و ایڈیٹر رسالہ اردو
ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈابر ڈاکٹر ایس کے برمن لمیٹڈ

پچاس برس سے مشہور و لاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

کوئی ایسا گھر نہیں ہے جو

جوڑی تاپ

(تپ و لرزہ اور طحال دوا)

سے واقف نہ ہو

ملیریا اور باری کے بخار کیلئے یہ اکسیر ہے۔ تین چار خوراک پیتے ہی ملیریا کے کیڑے مرکر بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے اس کے استعمال سے خون گاڑھا اور اجابت خلاصہ ہوتی ہے ملیریا کیلئے اسکے مقابلہ میں کوئی دوسری دوا مفید نہیں ہے۔ نقلی دوا سے ہوشیار قیمت بڑی شیشی پندرہ آنہ ڈاک محصول دو آنہ چھوٹی شیشی نو آنہ ۹ر ڈاک محصول ۷ر

ڈابر بھاسکر لون چورن

(ہاضم اور بھوک بڑھانیوالا)

یہ باترکیب تیار ہوا ہے۔ اسکے استعمال سے بادگولہ بدہضمی اور بھوک کی کمی وغیرہ عوارض جاتے رہتے ہیں روزانہ استعمال سے کسی مرض میں مبتلا ہونیکا احتمال نہیں رہتا یہ کھانے میں خوش ذائقہ ہے۔ قیمت نو آنہ ۹ر ڈاک محصول دس آنہ ۱۰ر

نوٹ۔ ہر جگہ ہمارے ایجنٹوں کے ہاں اور دواخانوں میں ملتی ہے۔ دوا خریدتے وقت اسٹانڈرڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں۔

صیغہ نمبر ۱۱۷ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ گورداسپور (قادیان) میں شیخ محمد بشیر صاحب جنرل مرچنٹ